وارثِ علّامہ



سیف الدین اکرم زادہ

وارث علّامہ

سیف الدین اکرم زادہ

اقبال اکادمی پاکستان

جملہ حقوق محفوظ

ناشر

محمد سہیل عمر

ناظم

اقبال اکادمی پاکستان

(حکومتِ پاکستان، وزارت ثقافت، سیاحت)

چھٹی منزل، ایوان اقبال، لاہور

Tel: [+92-42] 6314-510

Fax: [+92-42] 631-4496

Email: iqbalacd@lhr.comsats.net.pk

Website: www.allmaiqbal.com

طبع اوّل : ۲۰۰۴ء

تعداد : ۵۰۰

مطبع : شرکت پرنٹنگ پریس، لاہور

محل فروخت : ۱۱۶ میکلوڈ روڈ، لاہور، فون نمبر ۷۳۵۷۲۱۴

بنام خداوند بخشندۂ مہربان

سیف الدین تودہ ای

☆ وارث علاّمہ ☆

فارسی سے ترجمۂ تحت اللفظی

ڈاکٹر محمد ناصر

تصحیح کنندہ: نواز احمد

(اسی جگہ، یعنی کتاب کی جلد کے اوپر) اقبال اکیڈمی پاکستان کی پرشکوہ اور شاندار عمارت کے نزدیک سیف الدین اکرم زادہ اور ان کے بیٹے فریدون اکرم زادہ ھا کی لی گئی یادگار تصویر (بنی ہوئی ہے)

سیف الدین اکرمزادۂ تودہ ای

تاجکستان کے گیارہ سالہ جشنِ آزادی اور انجمن
تاجیکان و فارسی زبانانِ جہان کے دس سالہ یوم
تاسیس کے موقع پر پیش کی گئی ہے ۔

☆ وارث علامہ ☆

در آتشیم و از پی یاران بہ رنگِ شمع
سوزد برای خلق دلِ مہربان ما

﴿خواجہ میر درد دھلوی﴾

دوشنبہ۔۲۰۰۲

☆ دوستی کے باغ میں ایک تازہ پھول ☆

کہتے ہیں کہ انسان کے لیے چالیس ہنر بھی کم ہیں اور جن لوگوں کی ہستی ایسے چند ہنروں سے بہرہ ور ہوئی ہے، سیف الدین اکرم زادۂ تودہ ای اسی قسم کے انسانوں میں سے ایک ہیں۔

سیف الدین تودہ ای، کہ جنہیں لوگ زیادہ تر ایک ادبیات شناس اور ممتاز گلوکار کے طور پر جانتے ہیں انہوں نے کافی شاعری بھی کی ہے۔ ان کے اشعار جو بنیادی طور پر انسان دوستی اور وحدت و یگانگت کے موضوعات پر ہیں، مطبوعات اور حکومتی مجلوں میں چھپ چکے ہیں۔

''وارث علامہ'' جو سیف الدین تودہ ای کا نسبتاً زیادہ بڑا مجموعہ ہے، اسلامی جمہوریہ پاکستان کے چند دانشوروں، جو کہ علامہ اقبال لاہوری کی نیک نام اولادیں ہیں کی زندگی کے بارے میں ہے۔

مؤلف کہ جس نے بارہا پاکستان کا سفر کر کے اس ملک کے اہل علم و ادب کے ساتھ ملاقاتیں کی ہیں، پاکستانی دانشمندوں میں سے وارثانِ اقبال کی طرف زیادہ متوجہ ہوتا ہے، ان کے ساتھ انس رکھتا ہے اور ان سے دوستی پیدا کرتا ہے۔ ''وارث علامہ'' کی داستان میں وہ سب سے پہلے خاص طور پر تاجکستان اور پاکستان، دونوں ہی کے دانشمندوں کے بارے میں بات کرتا ہے۔ مؤلف نے کوشش کی ہے کہ دونوں ملکوں کے دانشمندوں کی دوستی کو دونوں ملکوں کی دوستی میں تبدیل کرے اور اس مقصد کے لیے اس نے پاکستانی ثقافتی زندگی اور سرگرمیوں کے چند بہت دلچسپ

لمحوں کو منظوم کیا ہے جو تاجکستانی اہلِ علم کو بھی پسند آئیں گے۔

ہم اس مختصر دیباچے کے ساتھ ایک نیک انسان، ادبیات شناس، گلوکار اور شاعر سیف الدین تودہ ای کی کتاب ''وارث علامہ'' کو اپنے عزیز قاریوں کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے امید کرتے ہیں کہ یہ علم وادب کے چاہنے والوں کو پسند آئے گی اور تاجکستان اور پاکستان کے علمی اور ثقافتی روابط کے فروغ اور ہمارے ممالک کے عوام کی باہم دوستی کو مستحکم کرنے کی کوشش کرے گی اور دونوں ممالک کے درمیان دوستی کا ایک تازہ پھول ثابت ہوگی۔

حکمت رحمت۔

شاعر، ترجمان، جرنلسٹ

اور تاجیکستان کا قابل کارکن.

☆ بجای سرسخن (پیشگفتار) ☆

سخن شناسی کے ڈاکٹر ،لوگوں کے جانے پہچانے گلوکار سیف الدین اکرمزادہ تودہ ای ایک شاعر طبع اور شعر دوست انسان ہیں ۔وہ گورنمنٹ نیشنل یونیورسٹی تاجکستان کے طالب علمی کے زمانے سے ہی موزوں اشعار کہنے میں مصروف رہے اور اکثر اپنی شاعری کو اپنی دھن میں گاتے تھے،ہم ان کے گانوں کے عادی ہو گئے ہیں۔

آج یہ مجموعہ جوان کے علامہ اقبال کے وطن پاکستان کے سفر کا حاصل ہے اور ان صاحب دل انسانوں کی مہر ومحبت کی بدولت ، جو ابھی تک اقبال لاہوری کے کام کو جاری رکھے ہوئے ہیں،مرتب ہو چکا ہے۔

امید ہے کہ یہ مجموعہ محترم قاریوں کو پسند آئے گا اور پاکستان اور تاجکستان کے درمیان باہم دوستی کی تکمیل کے لیے معاون بنے گا۔

گل نظر۔تاجکستان کے عوامی شاعر
حکومت کی طرف سے ''استاد رودکی'' کے عہدہ پر فائز ہیں
اور تاجکستان کے قومی ترانے کے متن کے مؤلف ہیں۔

☆ حالات زندگی ☆

حصار کے علاقے میں تودہ نامی گاؤں سیف الدین تودہ ای کی جائے پیدائش ہے۔ مڈل سکول کی تعلیم ختم کرنے کے بعد وہ گورنمنٹ تاجکستان یونیورسٹی میں داخل ہو گئے اس کے بعد انہوں نے ایک سال تک تاجکستان کے ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے دفتر میں شعبہ موسیقی کے محرر کے طور پر فرائض انجام دیے۔ پھر وہ تاجکستان سائنس اکیڈمی کے شعبہ مرکز تحقیقِ شرق شناسی ہندو پاکستان میں تعلیم حاصل کرنے لگے۔

۱۹۷۶ء وہ اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے ''نعمت خان عالی و دیوان اشعارِ او'' کا دفاع کر کے اعلیٰ تعلیم یافتہ بن گئے۔ اسی طرح ہندو پاکستان کے سترہویں صدی کے شاعروں ''محمد اکرم غنیمت کنجاہی پنجابی''، ''سلیم کشمیری''، ''خواجہ میر درد دہلوی''، ''قدسی مشہدی'' اور ''جویا تبریزی'' کے آثار کے متعلق تحقیقی کاموں کا ایک سلسلہ بھی ان کے قلم سے متعلق ہے جو ان ادیبوں کے آثار کے گوناگوں پہلوؤں کو اجاگر کرتا ہے۔

اس کے برعکس انہوں نے دل کی بیماریوں کے ایک ڈاکٹر ملا ظہور طاہری کے ساتھ مل کر ۱۹۹۰ میں ایک کتاب ''نوای دل'' کے عنوان سے شائع کی۔ انہوں نے سیف اللہ حیدر زادہ کے ساتھ مل کر ۱۹۸۷ء میں شراب کے نقصانات کے موضوع پر ایک کتاب ''سر چشمۂ بدبختی ھا'' لکھی۔ اس وقت انہوں نے پی۔ ایچ۔ ڈی کے لیے ایک نئی تحقیق ''احوال و آثار بنیش کشمیری'' کے عنوان سے لکھی ہے اور اب یہ مقالہ پنجاب یونیورسٹی لاہور پاکستان کو سپرد کر کے اس کے دفاع کے لیے حاضر ہیں۔ اسی دوران ان کی جانب سے اُنیس رسالے اور ۷۰ مقالے لکھے گئے ہیں۔

ان کے اندر شعر گوئی کی خواہش بروقت ظہور پذیر ہوئی۔ ان کی تحریریں ''تاجیکستان شوروی (موجودہ جمہوریت)''، کا مساموِل تاجیکستان (موجودہ جوانانِ تاجیکستان)'' ''معارف و مدنیت (موجودہ آموزگار) نامی اخباروں'' انہوں گلوکاری، ساز کی ایجاد اور دھنیں بنانے کے پیشے اور فن میں بھی مہارت حاصل کی۔ قدیم اور عصر حاضر کے شاعروں کے اشعار پر چار سو سے زیادہ دھنیں ان کی کوشش کا نتیجہ ہیں۔ سیف الدین اکرم زادہ کو تاجکستان کی وزارت تعلیم نے ''تاجکستان کے اعلیٰ تعلیم یافتہ''، ''تاجکستان کے قابل آرٹسٹ'' اور ''مردِ کمالِ ہنر پاکستان'' جیسے خطابات اور اعزازات سے نوازا ہے۔ یہ تمام باتیں ان کی ثمر آور کاوشوں اور کوششوں پر دلالت کرتی ہیں۔

حاجی مراد۔ شاعر، ادیب، محرّر

نشریات، ادیب

جمہوری تاجکستان

☆ درودِ تاجیکستان بہ پاکستان ☆

(تاجکستان کا پاکستان پر درود)

تاجکستان کی صبح سے پاکستان کی شام منور ہو
تاجکستان کے عطر سے پاکستان کی طبع معطر ہو

دوستی کی جلا ، ہمدردی اور دیرینہ وحدت و یگانگی
پاکستان کی طرف سے تاجکستان کو بھی میسر ہو

صلح اور آسائش کا دوام، اقبال مندی اور سکون کی دعا
تاجکستان کی آرزو کے مطابق پاکستان کا بھی مقدر بنے

روز افزوں بھروسے کا خوش بخت اصول
تاجکستان کے خاک کو بھی پاکستان کی طرف سے ملے

خوش بختی کا ھما، بے نیازیوں کی ہوا رنگ کے ساتھ
تاجکستان کے خطے کے ساتھ ساتھ پاکستان پر بھی اڑے

تاریخی دوستی کی روش میں ہمیشہ
تاجکستان کی محبت سے پاکستان کا دل مسخر ہو

ان خطوط کے فیض سے، جو دونوں جانب سے ارسال ہوتے ہیں
تاجکستان کی فضا کے ساتھ ساتھ پاکستان کا ذوق بھی مہکے

ایسی شادمانی کہ جس کے رنگ سے اجداد کے دل رنگین ہیں
تاجکستان کے نام، پاکستان کی طرف سے بھی نقش گر ہو

دیدار کے پرتو سے مراد کے غنچوں کی کلیاں
پاکستان کے ساتھ تاجکستان کے لیے بھی مقدر بنیں

تودہ ای کا سلام ایک تاجکی کے دل کی گہرائی سے اٹھا ہے
تاجکستان کا کلام ، پاکستان کے لیے شکر کی مانند ہو

☆نورِ مہر افروز☆

(سورج کو روشن کرنے والا نور)

علامہ اقبال کے بیٹے جاوید اقبال کی خدمت میں تحفہ جنہوں نے سامانی حکومت کے ۱۱۰۰۔ویں جشن میں شرکت کی اور عالمی تاجکستانی انجمن کے رکن بھی تھے۔

رجوع

اے کریم ابتدا تیرے نام سے ہوتی ہے
بسم اللہ الرَّحمٰن الرَّحیم کے ذکر سے
میں خداتعالیٰ کی شفقت کا طلبگار ہوں
جس نے ہمیں ایک مشتِ خاک سے بنایا
میں پیغمبروں سے شفقت کا طلبگار ہوں
جنہوں نے ہمیں آسمانی وحی دی
اسی کی عطا سے میرے ہاتھ میں قلم ہے
تاکہ میں شاعری کے دھاگے میں لکھ کے دکھاؤں
مشرق کے چمن کی ایک بلبل کی آمد
والا گہر علامہ کی آمد

کہ جس کی بات ہر بحر اور خشکی پر گئی
اسے وقت اور فضا سے ایسے مخلص ملے
انہوں نے اس کی آواز کے رنگ کو دل میں جگہ دی
آزادی کا قاصد اس کا رازِ دل تھا
بیداری کے لیے اس کی خوشخبری آئی
بیکاری کے غم میں اس کی بشارت آئی
اس کی دعوت ہر طرف بجلی کی مانند گئی
''پس چہ باید کرد، ای اقوام شرق؟''
اس نے ''اسرار و رموز'' کا راز افشا کیا
اس کے پاس جتنا بھی درد و سوز تھا اس نے دیا
اس نے ''اسرار خودی'' سے آگاہ کیا
(اور) نیکی اور بدی کے جہانوں سے
اس نے مخلوق کو ''خودی'' کے ذریعے آگاہ کیا
ہر راستے کے راہی کی نجات بنایا
تاکہ اس کی ''پیام مشرق'' ہر جگہ لے جائیں
تاکہ اس کے مخلصوں کو سونپیں
تاکہ اس کے ''لالہ طور'' کی سرخی بنائے
تاکہ زمانے کو اس کے نور سے روشن کرے
تاکہ سب اس کے ''افکار'' کو سمجھیں

تاکہ سارا زمانہ بیدار ہو جائے
تاکہ لوگ ''می باقی'' پئیں
تاکہ لوگ ساقی کے لیے کوشش کریں
تاکہ ہر ''نقشِ فرنگ'' برباد ہو جائے
تاکہ فضا ننگ کے داغ سے رہائی پائے
رنگِ بیان سے اس نے ایک ''پیام'' دیا
اس نے لوگوں کو سرِّ جہان سے آگاہ کیا
''اے کہ جب انسانی عقل پختہ ہو جاتی ہے
اس کی تمام تکلیف اور درد کی دوا بن جاتی ہے''
تو اس کی ''گلشنِ راز جدید'' کو پڑھ
اس نے اپنے مشرق کو شیطان کے فریب سے رہائی دلائی
اس نے ''بندگی نامہ'' لکھا اور داد چاہی
اپنے مشرق کی غلامی سے نجات چاہی
''عجم کے لیے ایک ''زبور'' بنائی
تاکہ اس کے مخلص ہر وقت پڑھیں
اس کے بعد اس نے ''جاوید نامہ'' لکھا
وہ قلم کی آبرو کو اوپر لے گیا
اس نے اپنے فرزندِ عزیز کے لیے نصیحت کی
اس شکر اور میوے جیسے بیٹے کے لیے

اس نے بیٹے کو ایسی نصیحتیں کیں
جو زندگی کی راہنمائی کرتی ہیں
اس نے خدا اور سچے دین سے آگاہ کیا
''خودی'' اور خدا کے ساتھ ملایا
مصطفیٰؐ کے دین کا راز بتایا
اس نے فرنگیوں کے مکر کو برباد کیا
باپ نے اس بیٹے کے لیے قرضے
بڑی باریکی سے ادا کیے
وہ اپنی عقل اور کان آسمان پر لے گیا
یہ رسالت اس کے کل میں رہ گئی
پھر اس نے ''مسافر نامہ'' ایجاد کیا
اس کی مشکلات لوگوں کو بتائیں
''حجاز'' سے اس نے ''ارمغان'' لکھی
''اسرارِ خودی'' کے بھید کھولے
وہ مشرق کا پاسبان ہے
وہ مشرق کے خطّے کا نام و نشان ہے
اس کا فرزند اس وقت مہمان ہے تاجکیوں کا
اس کا دلبند جاوید
اس نے ہمیں اقبال کی رنگ و بو دی

تاجکیوں کی یہ ایک آرزو تھی
میں اس کے لیے ایک کہانی لکھتا ہوں
سوَ خوبصورت اور خوشبودار سبز پتوں جیسی
کیونکہ جاوید اسی پانی اور مٹی سے ہے
میں اس کے لیے جان و دل سے لکھتا ہوں
اُنیس سو چوبیس عیسوی کا سال تھا
اقبال کا بخت زمانے میں آیا
خاندان میں ایک چھوٹا بچہ پیدا ہوا
وہ مہربان والدین خوش ہوئے
وہ خوبصورت بیٹا نیا مہمان تھا
باپ کی جان کا اکیلا موتی تھا
باپ نے اس بیٹے کو بغل میں اٹھایا
سو نرم پنکھڑیوں والی کلی جیسے بچے کو
بچے کو اسی وقت مسجد لے گیا
تاکہ مؤذّن اس کے کان میں اذان کہے
اس کے بعد اسے محل کے دانا کے پاس لے گیا
شہد جیسے بچے کے لیے نام چاہا
اس ارجمند نے جب اس کی خواہش سنی
کچھ دیر سوچتا رہا

اس کے بعد اس نے سوچ کر سر اٹھایا
اس نے اپنی زبان میں ایک عجیب نام رکھا
اس نے کہا ''اے اقبال ، اے شیرین کلام
میں تیرے نورِ چشم کا نام جاوید رکھتا ہوں''
تاکہ وہ علم کے ساتھ عشق کو ارزاں کرے
علم حاصل کرے اور زباندان بنے
تاکہ وہ روئے زمین پر مشہور ہو جائے
اس کا نام ہمیشہ رہے

☆

اس قبلہ گاہ نے جب ان باتوں کو سنا
تو خوش ہوا اور واپس آیا
وہ مسکراتا ہوا گھر میں داخل ہوا
ایک محفل منعقد کرنے کے لیے کمر بستہ ہوا
اس نے رشتہ داروں کو لڈو دیئے
دوستوں کو دعوت نامے دیے
جلدی سے ایک بکری ذبح کی
مرچ مصالحے والا شوربا پکایا

اس نے برادری اور رشتہ داروں کی دعوت کی
اس نے بوڑھوں اور جوانوں کو خوش کیا
اس نے دروازے پر مہمانوں کا استقبال کیا
اس نے اپنے دروازے پر ہر کسی پر احسان کیا
اس نے اپنے فرزند کا نیک نام رکھا
اس نے اپنے دل اور دلبند کا نام ''جاوید'' رکھا
اس نے اسے خدا کے سپرد کیا اور دعا بھی دی
اس نے کہا ''خضر ہمیشہ راہنما رہے''

☆ گہوارہ بندان ☆

اگلے دن صبح سویرے دادا اٹھا
وہ ایک نئی امید کے ساتھ قدم اٹھا رہا تھا
وہ پنگھوڑا خریدنے کے لیے بازار گیا
وہ ایک پھولوں والا پنگھوڑا خریدنے کے لیے گیا
لیکن وہ جتنا بھی بازار میں گھوما
اسے اپنی پسند کا مال نہ ملا
اس نے ایک ایسے پنگھوڑے کی فرمائش کی
جو تجلی میں ایک گوہر پارہ ہو

اس نے اس کی سائی دی
اس نے بڑھئی کو خوش کر دیا
دوسرے ہفتے وہ روانہ ہوا
اپنے زمانے کے ماہر بڑھئی کی طرف
اس نے دیکھا کہ بڑھئی نے پنگھوڑا بنا دیا
ایک گوہر پارے کی مانند خوبصورت
اس پر بہار کے پھولوں کے نقش و نگار تھے
سیب ، انگور اور انار کے باغ کی تصویر تھی
کوہ و دشت اور ختن کے ہرن کی تصویریں تھیں
باغ میں گھومتی ہوئی چوکور اور بلبلوں کی تصویریں
آسمان کے چاند تاروں کی تصویریں
سو اور بہار کی فضا کے نقش و نگار
پہاڑ اور درۂ کشمیر کے نقش و نگار تھے
ہر طرف دودھ جیسے چشمے بہہ رہے تھے
اس پنگھوڑے کا دستہ قبہ دار تھا
اس کے خدوخال محبوب کے رخسار کی مانند تھے
جب دادا نے پنگھوڑا دیکھا تو خوش ہو گیا
جلدی سے اسے پکڑا اور ہوا کی طرح روانہ ہوا
ماں کے نزدیک دائی آئی اور رہی

دائی نے اہل خانہ کو اپنے پاس بلایا
اہلِ خاندان جمع ہو گئے
اس کے گرد دائرہ بنا لیا
حیران ہو گئے اور نظر اٹھائی
خوشی سے دل پر مسرّت ہو گئے
ہر ایک نے کہا ''ایسے پنگھوڑے کو
جو گوہر پارے کی مانند خوبصورت ہو
ہم نے یہاں کہیں نہیں دیکھا
نہ لاہور میں نہ دکن میں ، کہیں نہیں.....''
سب اسے دیکھ کر خوش ہوئے
اپنے دادا کے اس تحفے سے
اس دن جاوید بیس دنوں کا تھا
خاندان میں خوشی اور مسرّت تھی
تمام بچوں کی ماؤں کی دعوت ہوئی
زمانے کی بوڑھی عورتوں کی بھی دعوت ہوئی
دَف نواز اور گوّیے آئے
ہونٹوں میں خوبصورت لچنگ تھے
دسترخوان پر ناز و نعمتیں تھیں
تمام بوڑھے اور جوان خوش تھے

دایوں کی لوریوں کی آواز کے ساتھ
ہمسایوں کی خوشی و مسرت کے ساتھ
مہمان کے ہاتھ پاؤں باندھ دیے گئے
بچہ پنگھوڑے میں ایسے تھا جیسے پھول ہو
والدین اور عزیزوں کے دل خوش تھے
سب غم کی قید سے آزاد تھے
وہ بے حد و کنار شادمان تھے
ان کے چہرے انار کی مانند گرم تھے

☆موی سرگیران☆

اسی طرح دن رات گزرتے رہے
خوشی اور غم دنیا گزرتے رہے
اس کی دائی نے اس کی دیکھ بھال کی
اس نے ہمیشہ بچے کی غمخواری کی
اس کی غم گسار ماں سردار بیگم،
تاریک راتوں میں لوریاں سناتی تھی
یہاں تک کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ بڑھا ہوا
جب خاندان کا نورِ دوست رو یک ہوا

ایک دن آیا کہ وہ تھوڑا بولنے لگا
وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مسکرانے لگا
ایک وقت آیا کہ اس کے بال لمبے ہوئے
والدین نے دوبارہ خوشی کی
ایک بھیڑ ذبح ہوئی ، شوربا بھی کھلایا گیا
دسترخوانوں پر تمام چیزیں رکھی گئیں
ہر جگہ سے رشتہ داروں کو دعوت کی گئی
تمام مہمانوں کی ضیافت کی گئی
اس وقت اس نے بچے کے بالوں کو قینچی لگائی
اس بوڑھے آدمی نے بڑے دادا کے ساتھ
بال کٹوائی کی رسم خاندان سے گزری
بوڑھے اور جوان اس سے خوش ہوئے

☆رسمِ دعوت ختنہ☆

اسی طرح سے وہ بڑا ہوتا گیا
صحن میں دوڑتے ہوئے ، ہنستے ہوئے
وہ سمجھ دار ہوا اور صحن سے باہر جانے لگا
اس کا بچوں کے ساتھ کھیل کود کافی زیادہ ہو گیا

اس نے کم سنی ہی سے کام سیکھا
اور اس نے اس سے بہت تجربہ اکٹھا کیا
اس کے والدین نے بہت تکلیف اٹھائی
یہاں تک کہ وہ پانچ سال کا ہو گیا
اس کے باپ نے اس کے ختنوں کی ضیافت کا اہتمام کرنا چاہا
(تاکہ) وہ بچے کا فائدہ دیکھے
تاکہ اس مبارک دن کی تیاری ہو
اس نے چند دن خوب تیاری کی
اس نے رشتہ داروں اور خاندان والوں سے مشورے کیے
اس نے ملک بھر سے تمام دوستوں کی دعوت کی
وہ تھیلہ تھیلہ کر کے چینی اور پھل لایا، لذیذ پستہ، بادام اور کشمش
دلکشا سیب، انگور اور انار لایا
راحت افزا تربوز اور خربوزہ
میٹھے کلیجے اور روغنی نان
سوّیاں، سموسے، پراٹھے اور پنیر
ہر طرف شہد اور شکر فراوان ہو گیا
دسترخوان تر حلوے سے بھر گئے
گوّیے اور گلوکار آ گئے

بانسریاں بجانے والے اور دَف بجانے والے آ گئے
عزیز و اقارب دائرہ بنا کر بیٹھ گئے
گیتوں اور آوازں کے ساتھ محفل کا آغاز ہوا
داد و تحسین بھی ملی اور تقریر بھی ہوئی
گیت بھی گائے گئے اور تالیاں بھی بجیں
ایسی محفل سجی کہ سب کی روح خوش ہوگئی
ایک برکتوں اور کامیابیوں سے بھرپور محفل
ختنے کرنے والے نے بغیر قیل و قال جاوید کے ختنے کیے
اور اس کا ہاتھ حلال ہوا
تمام عزیزوں نے مسرت وخوشی کے ساتھ خوبصورت محفل ختم کی۔

☆تعلیم☆

تیسرے دن وہ سیاہ بالوں والا جاوید
اٹھا اور کھیلنے کے چلا گیا
اس کی ماں ہمیشہ غم گسار تھی
اس کی آنکھیں ہر وقت لڑکے کی طرف لگی رہتی تھیں
اسی طرح وہ بڑا ہوتا گیا
دنیا کے کام اور کردار سے بے خبر

وقت گزرنے کے ساتھ اہلِ خاندان
سیالکوٹ سے لاہور چلے گئے
وہاں ایک گھر بنایا
مشہور شاعر نے اپنی اولاد کے لیے
یہاں سیاہ بالوں والا ، گورا ، تیکھے ابروؤں والا
اور گول چہرے والا جاوید
بڑا ہوا اور پرورش پائی
اسے چیزوں کا احساس و ادراک ہونے لگا
بالآخر اس نے جانوروں کی آوازوں میں فرق کرنا شروع کیا
اسی طرح گھر کے پالتو جانوروں میں بھی فرق کرنے لگا
ایک بار وہ مکتب روانہ ہوا
اس کے والدین اس سے بہت خوش ہوئے
وہ لاہور کے ایک کالج میں داخل ہو گیا
وہ بچپن کی دنیا سے باہر آ گیا
اب وہ مکتب میں تعلیم حاصل کر رہا تھا
اس نے اس دنیا کے راز کو بہت سمجھا
اسی زمانے میں اقبال کا بخت زوال پذیر ہوا
تقدیر کے سامنے وہ گونگا ہو گیا
اچانک اس کی بیوی سردار بیگم

سخت بیمار ہو گئی اور اس نے اس دنیا کو خیرباد کہا
جاوید اور اس کی بہت ننھی سی بہن
سخت گیر زندگی کے ہاتھوں میں رہ گئے
اس کی چار سالہ بہن منیرہ
جو اس کے پہلو میں ماں کے دیے ہوئے ایک موتی کی مانند تھی
اس نکتہ دان حکیم نے سوچ بچار کی
یہاں تک کہ بچوں کے لیے ایک دائی لے آیا
اس کا نام دورس تھا اور وہ ایک عقلمند ، مہربان
نیک نام اور فاضل عورت تھی
وہ ایک احمد نامی تاجر کی بیوی تھی
وہ خواہش کے مطابق ایک شایستہ بیوی تھی
لیکن تقدیر کی ناانصافی کی بدولت احمد اس فانی دنیا سے رخصت ہو چکا تھا
اس نے اس بیوہ عورت کو لاہور بلا لیا اور اپنے بچوں کی پرورش پر مامور کیا
اس خاتون نے بچوں کو پالا۔ اس نے گھر کو پیار و محبت سے سنبھالا
اس نے بچوں کے دماغوں میں اپنی اولاد کی طرح علم و دانش سمو دیا
ان کو قرآن پاک کی آیات کا درس بھی دیا
ان کو روح اور جان کے بھید سے بھی آگاہ کیا
اس کے بعد جاوید کام کرنے لگا
اس نے تعلیم کو اپنا شعار بنا لیا

اس نے کالج میں خوب تعلیم حاصل کی
ہر علم کی اصل سے بہرہ ور ہوا
وہ ذہین ہوا اور اس نے دل لگا کر پڑھا
اس نے تمام چیزوں کے بارے میں سوچ بچار کی
تاکہ وہ ہر پختہ اور خام کو سمجھے
ہر دام کے فریب کا ادراک کرے
اپنی تعلیم اور مطالعے کے ساتھ ساتھ
اس نے ہر روز زیادہ ورزش بھی کی
وہ تیراکی اور نشانہ بازی میں بلد ہوا
اس نے شکار اور گھڑ سواری سیکھی
اس نے ملاحون کے ساتھ کام کیا
اور آخرکار ماہی گیری سیکھی
اس کا شغل زیادہ کھیلنا تھا
وہ کھیل میں بہت محنتی تھا
اس نے مشرقی شغل دلجمعی سے سیکھے
وہ ہوائی جہازوں کے ساتھ کھیلا
اس نے اپنے استاد سے ہنر سیکھے
اپنی استعداد کو آب و تاب دی
اس کا والد علامہ اقبال بھی جاوید کا بہترین استاد اور راہنما تھا

کیونکہ وہ آزادی پرست شاعر تھا
اپنی شاعری میں آبادی پرست تھا (زندگی کو دوست رکھنے والا)
وہ خلق سے استحصال کو دور دیکھنا چاہتا تھا
ہر مسلمان کو حور کی طرح دیکھنا چاہتا تھا
بالآخر وہ اسی غم میں بیمار ہو گیا
وہ تکلیف سے نہ کھانا کھاتا اور نہ سوتا تھا
اس نے وصیتیں کیں
بچوں کے لیے اور اپنے نزدیکی لوگوں کے لیے:
''کہ جب تک منیرہ کا گھر نہ بس جائے
جاوید اس کی سرپرستی کرے
وہ تعلیم کے حصول کے لیے ہر جگہ جائے
تاکہ ابد تک اس سے میری روح خوش رہے.....''
اس نے یہ بات کی اور جہان کو الوداع کہا
وہ گیا اور پاک مٹی کے دل میں سو گیا
جس وقت بچوں کے سر سے باپ کا سایہ اٹھ گیا
ان دونوں کے جگر پر داغ باقی رہ گیا
اسی لیے اس کے غم اور خوشی پر
اس کے تمام دوست ملنے آئے

ان میں سے ہر ایک نے اسے تسلی دی
اس کی روح ، دل اور جان کی قوت بڑھائی
انہی باتوں کی بدولت جاوید نے تمام الہام کے ساتھ
کامیابی اور ناموس و نام کے لیے
تمام طاقت اور زیادہ فہم کے ساتھ
تمام جسم علم کے حصول پر لگا دیا

☆

وہ زمانے کے طبیبوں کے ساتھ بیٹھا
کبھی کبھی اپنے خیال کو بیان کیا
''وہ عالم جو خود اپنا طبیب نہیں ہے
اس سے زیادہ نادان آدمی کوئی نہیں ہے
پس اس نے تمام ہنر سیکھے
وہ بڑا ہوا اور اس نے تجربہ حاصل کیا
فلسفہ کا علم حاصل کیا
اور ریاضی میں بھی وہ کامیاب ہوا
اس نے خوشی سے اپنی کالج کی تعلیم مکمل کی
اس نے گریجوایشن کی اور نیک نام ہوا

ہر جوان اس نام سے اپنی مراد برآری کرتا ہے
کیونکہ اس کا پورا نام ''بیچلر'' ہے
جاوید کے لیے یہ سال کامیابی کا سال تھا
اس کے دوست بہت خوش ہوئے
اسے دوسری چوٹی سر کرنے کے لیے روانہ کیا
اس کے لیے یہ چوٹی یونیورسٹی تھی
اس کا خوبصورت وجود پنجاب میں تھا
اس جوان نے دو شعبوں میں تعلیم حاصل کی
ایک ہی وقت میں انگلش اور فلسفہ میں
اس نے اچھے نمبروں میں وہاں امتحان پاس کیا
اس کے تمام اساتذہ حیران رہ گئے
انیس سو اڑتالیس کا سال تھا
وہ گولڈ میڈل سے سرفراز ہوا
اس نے تین سال اچھی طرح سے پڑھا
اس طرح وہ ''بیرسٹر'' بن گیا
یعنی اس نے تصدیق نامہ حاصل کر لیا
اب اس کے ہاتھ میں قلم تھا
اس کے علمی کاموں کا آغاز ہو گیا
اس دنیا کا راز اس کے سامنے کھل گیا

اس نے خود کو فلسفے میں وارد کیا
اس نے اس کا ایک موضوع پکڑا اور اس میں محنت کی

☆

اس کا کام ''انکشافِ فلسفہ،
تلاشِ فلسفہ کی آبرو،
مسلمان کی زندگی میں فلسفہ،
اہلِ زمان کی سیاست بازی کے تناظر میں''
اس نے اس موضوع پر بہت محنت کی
اور ایک عظیم علمی کام پیدا کیا
وہ فلسفی تھا اور سیاست دان
پی ایچ ڈی کا مقالہ اس کے آثار کا ایک حصہ تھی
وہ دفاع کے لیے انگلستان گیا۔
اس بڑے شہر میں وہ کیمبرج میں داخل ہوا
وہ یونیورسٹی گیا اور بہت کام کیا
اپنے علمی کام تیار کیے
انیس سو چون کے سال
اس نے کامیابی کے ساتھ اپنے کام کا دفاع کیا
وہ علمِ فلسفہ میں ڈاکٹر بنا
علمِ فلسفہ کے نور سے بامراد ہوا

انیس سو چھپن میں
وہ نئی آبرو کی پیشکش کی طرف مائل ہوا
اس نے اس طرح قانون کی تعلیم کی طرف توجہ دی
وہ وکلاء کا سردار بن گیا
عمارت کا نام ''لنکالن ان'' تھا
یہ لندن میں واقع تھی
اس کی امریکہ کے ساتھ مشارکت تھی
علم و دانش میں ولہِ ناوا کے ساتھ
وہاں ایک بے مثال عمارت تھی
''نکتہ دان لوگوں کی عمارت''
سالوں تک اس کے کام میں ساتھی رہی
اس نے خط لکھے اور مشارکت کی
اس نے اچھے خط ارسال کیے
سب کو معانی سے مالامال کیا
تمام مفاہیم مردم پروری (کے بارے میں تھے)
نوکرانیوں سے پاک دنیا کی تعریف میں (تھے)
تمام مفاہیم مہمان دوستی
یکزبانی اور انسان دوستی کی حمایت (میں تھے)
اس کے خطوط کو ہر خاص و عام نے پسند کیا
ہر جگہ اس کے متعلق بات ہوئی

انیس سو انانوے کا سال تھا
اس کے لیے شان و شکوہ کے ساتھ دی.....
ان مکتوبات پر ''پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری''
(کیونکہ) وہ محبوبوں میں سے ایک انسان دوست تھا
وہ اس مقام کے لائق تھا
(کہ) لوگوں کے دانشمندی کا فخر بنا
اس کے بعد اس نے ایک دوسرا موضوع لیا
دنیا کے علم کے محیط میں ایک نیا پہلو
''ہمارے زمانے میں .اسلام کی خدمت
مخلوق کی زندگی میں ہدایت کے لیے''
دوبارہ اس نے ایک دوسرے فن کا کام ہاتھ میں لیا
ایک نیا علمی کام ہاتھ میں لیا
ترکوں کی فکری اساس کے بارے میں
ترکی کے پاک سرشت لوگوں کی فکر(کے بارے میں)
ترکی کے دقیق تمدن سے
ترکی کا دقیق ادراک اور فہم
اس نے خوب اور بہترین کام کیا
اس نے دلوں میں دین کی محبت کاشت کی
وہ سلجوق یونیورسٹی میں پڑھا گیا
اس کا کام دفاع کے لیے پیش ہوا

ترکی کے شہر قونیہ میں
مرتضٰی کے عالموں کے درمیان
اس کے علمی کام کی اس نے حمایت کی
علم کے شعبہ میں وہ تازگی لایا
دوبارہ اس نے ''ڈاکٹر'' کا نام پایا
وہ ''اسلام'' کے راستے میں ایک راز گو بنا
اسے دوبارہ یہ باافتخار لقب ملا
اس پر سو رازوں کے دروازے کھلے
اس کے علم کا اٹھارواں موضوع بنا
وہ اپنی دنیا میں ''علمبردار'' ہوا

جاوید نے مخلوق کے لیے کام کیا
عدالت میں اس نے بہت خدمت کی
وہ پندرہ سال تک عدالت میں رہا
اس نے ایک راست گو اور راست خواہ کی طرح بات کی
وہ پندرہ سال تک انصاف کا حامی رہا
اس کے سامنے تمام نسل برابر تھی
عدالت میں اس کا کام بے مثال تھا
انصاف مانگنے والے اس کے سامنے گونگے بن گئے

وہ ہمیشہ قانون کا حامی رہا
وہ ہر جگہ قانون کی حقیقت دکھاتا
لاہور کے شہر نے ہمیشہ فخر کیا
ایسے قانون شعار دیوانے پر
دوبارہ وہ یونیورسٹی میں کتاب کے ساتھ گیا
وہ قانون کے باب پڑھاتا تھا
لاہور کے کالج میں بھی اس نے پڑھایا
سچائی اور عدل و انصاف
انیس سو باسٹھ کا سال تھا
وہ میکسیکو میں استاد بنا
پروفیسروں کو اس نے لیکچر دیا
وہاں پورے سال تک
ہر ایک مکمل مضمون کا باب تھا۔
اس کے لیکچر اسلامی فن پر مبنی تھے
اُنیس سو اڑسٹھ کا سال ہو گیا
جاوید کا بخت دوبارہ بلند ہوا
وہ عدالت کا صدر بن گیا
اس نے ادارے کو بھی ٹھیک کیا
انیس سو اناسٹھ میں

اس کا شاندار کام دوبارہ رونق پذیر ہوا
مملکت کی تمام مجلس سازی میں
اس نے جب منتخب رکنیت حاصل کی
جب انیس سو اکہتر کا سال گیا
اسی طرح انیس سو اکاسی تک
عدلیہ کے صدر کے طور پر اس کا انتخاب ہوا
تمام جنت نظیر لاہور میں
انیس سو چھیاسی کا سال آتا ہے
وہ اسی فرض کو پورا کرنے میں پرجلال تھا
یہاں تک کہ انیس سو انانوے کا سال ہوا
وہ عدالت کا شان و شوکت والا چیئرمین اعلیٰ بنا
وہ عدالت کا صدرِ اعلیٰ بنا
اس نے ملک کی شام کو صبح کی طرح دکھایا
وہ جمہوری قانون کا سردار بنا
جمہوریہ کہ شہ رگ اور خون بھی بنا
مطبوعات کی ایجنسی کے رکن کے طور پر
اس نے تمام موضوعات کی ذمہ داری پوری کی
اس وقت قائداعظم رکھتا تھا
اپنے اسی اسلام آباد والے گھر میں بنجھائی

اس نے ان کاموں کی ذمہ داری نبھائی
اس کی ہمیشہ وہاں آمد و رفت رہی
بیسویں صدی کے آٹھ سال باقی تھے
وہ ہر وقت اپنے بخت کو تلاش کرتا تھا
وہ اسی لاہور کے کالج میں تھا
وہ اسی لاہور شہر میں مشہور تھا
وہ شاندار لیکچر دیتا تھا
شہر والوں کو خوش کرتا تھا
وہ جوانوں کو نیت کے ساتھ لیکچر دیتا
وہاں بھی وہ رکنیت کی قدر رکھتا تھا
اس کے بعد دو سالہ زحمت کے بعد
آج اس کا کام نتیجہ خیز ہے
وہ سینٹ کا ممبر منتخب ہوا
اس نے اپنے کام کا پھل وہاں دیکھا
وہ عزت و احترام سے شوریٰ کا رکن بنا
روزافزوں اس کی شہرت زیادہ ہوتی گئی

☆ڈاکٹر جاوید کے علمی کام☆

ہمارے استاد کے علمی کام
اہلِ ذہانت کو پیش کیے گئے
عالمی تعلیمی مجلسوں میں بھی
کہ ان کو بھی اس کی ضرورت تھی
عالمی انجمنوں میں سے ہر ایک
اس کے کام کو اسی طرح قبول کرتی تھی
اسی وجہ سے بین الاقوامی میدان میں
اس کے نام نے بغیر کسی خلل کے جلدی شہرت پائی
جب انیس سو ساٹھ کا سال تھا
اس کا کام اس کے ہاتھ میں تیار تھا
وہ کنبرہ کے سفر پر روانہ ہوا
اس نے اپنے کام کو پڑھا اور کامیاب ہو کر واپس لوٹا
اس کا موضوع ''اس کا آئینی نظام
تاکہ آیندہ بھی مضبوط ہو''
تاکہ ''ایشیا قانون کے راستے پر چلے''
تاکہ ایشیا گلاب کے باغیچے کی طرح بن جائے
اس کا پرچم بلندی پر لہرائے

تاکہ اپنی تخلیق کی طرف پر کھولے
اس کے کام نے نمایاں مقام حاصل کیا
اس کے نیک نام نے عزت اور شان پائی
اس سال اس نے ایک دوسرے کام میں ہاتھ ڈالا
وہ شام و سحر تحقیق کرتا
جب وہ ختم کر لیتا اسے چھاپ دیتا
مخلص لوگوں میں سے ہر کوئی اسے پڑھتا
وہ اس وقت علمی کام رکھتا تھا
''اسلامی دنیا کے بعض ممالک''
پاکستان کی طرح ''دوسرے ممالک اور جگہیں
معاشی ترقی اور ان کی حالت''
وہ بیسویں صدی میں انیس سو ساٹھ کے سال
اسی طرح انیس سو باسٹھ کے سال
دوبارہ انیس سو ستّر کے سال
وہ وکیلوں کے ساتھ وکالت دار کی طرح گیا
مجلس اقوام نے اسے بلایا
اس کے لیے حالات عالم پہنچائے
وہ پاکستان سے پاک مقصد کے لیے گیا
مشرق کے غم میں غمناک ہو کے گیا

اس نے بین الاقوامی منبر سے بیان کی
نقائص سے بھرپور روداد
وہ ہر لمحہ منبر پر کھڑا ہوا
اقبال کے درد و سوز کو بیان کیا
تور سونزادہ کے دل کے سوز کو
آزاد خیال شاعر فیض احمد فیض کے سوز کو
بے چارے رومی کے درد و رنج کو
بیدلِ آوارہ کی آہ و زاری کو
حفیظ جالندری کے سوزِ قلب کو
دوبارہ سینکڑوں سندھیوں اور لوگریوں (کے سوز کو) بھی
تباہ و برباد مشرق کے درد و رنج کو
جو درد و غم کی تصویر تھا
سارا کچھ اس نے بیان کیا اور جلا
اس کی چشم امید ہر انسان پر جمی
اس نے مشرق کے سوز کے رنگ بیان کیے
تاکہ وہ دنیا پر عیاں ہو جائیں
تاکہ وہ مزید دھوکہ نہ کھائے
اس بے مروّت او چالباز انگریز سے

☆

انیس سو پچھتر کا سال ہوا
اس نے اپنے سر کو اپنے مضمونِ دل سے تکلیف دی
اس کا موضوع اصل میں ''اتفاق'' تھا
''نفاق کے بغیر مسلمان کا اتفاق''
اس کی ''ماہیت'' کس طرح ہو
فلسفہ میں عافیت کے ساتھ
''فلسفہ سیاسی اور بے زوال ہو
لوگ اس کے فیض سے کمال پائیں''
وہ اپنے کام کو اٹلی لے گیا
وہاں اس نے منبر سے صدا دی
دنیا کے لوگوں نے اسے خوب پذیرائی دی
سب نے اس کو اپنے دماغ میں جگہ دی
انیس سو ستتر کا سال تھا
وہ ایک موضوع کے ساتھ انڈیا گیا
وہ ''اقبال اور اس کے راز کے بارے میں بات'' کے نام سے تھا
''تیسری دنیا پر'' اس نے ایک بات لکھی
وہ نئی دہلی میں محفل آرا ہوا
اس نے دلوں کو نور کی طرح روشن کر دیا
انیس سو اٹھتر کا سال ہوا

ایک دفعہ پھر جاوید خوش قسمت بنا
وہ دوسرے موضوع کے ساتھ قونیہ
جو ترکی کا شہر ہے
گیا اور وہاں اس نے رپورٹ پیش کی
اس نے عالموں کو بہت خوش کیا
وہ کام کا موضوع ''اقبال و رومی'' کے نام سے رکھتا تھا
کیونکہ علامہ کی کامیابی رومی سے تھی
انیس سو اکیاسی کا سال ہوا
مختلف دوستوں سے شناسائی ہوئی
پھر جاوید امریکہ کی طرف گیا
تاکہ وہاں ہمارے بارے میں رپورٹوں سے آگاہی دے
اس کا ایک کام ''ضروریاتِ
انسان ، عزت اور آبرو'' کے متعلق تھا''
یہاں اس نے محنت سے کام کیا
اس نے ''امتانِ خواب'' کو بیدار کیا
اس نے گمراہ لوگوں کو شرم دلائی
جاہل اور مغرور لوگوں کو ہوشیار کیا
اس نے اسلام کے پرچم کو بلند کیا
دلوں میں دین اور امان کا مقام بنایا

☆

انیس سو بیاسی کا سال ہوا
جاوید نے دوبارہ بہت آبرو پائی
دوبارہ اسے امریکہ دعوت دی گئی
تاکہ وہ وہاں ہمارا نیا پیغام لے جائے
اس نے دوبارہ بیج کا بیج بویا
اس نے ''اسلامی حکومت کا مطلب'' لکھا
اس نے دین مبین اسلام کی آبرو
کی روئے زمین پر حفاظت کی
انیس سو تراسی کا سال ہوا
وہ کام سے کچھ فارغ بال ہوا
دوبارہ وہ سفر کے لیے تیار ہوا
تاکہ پھر ایک دوسرے موضوع پر بات کرے
اسے ملی سے دعوت نامہ ملا
ہر صفحہ پر اس کا قلم دوڑا
وہ دورِ حاضر کی طرف بھی مایل تھا
وہ خواھش کے مطابق ہر طرف روانہ ہوا
تاکہ ایشیا میں ایک مرکز ہو
محمد مصطفیٰ کے اس دین کے لیے

پھر دوبارہ اسے دو حکومتوں نے بلایا
اس نے ہر طرف مذہب کے بارے میں کافی بات کی

☆

انیس سو پچاسی کا سال ہوا
اس نے دوسرے موضوعات کے لیے رنج اٹھایا
دوبارہ بھی اس کی امریکہ دعوت کی گئی
تاکہ وہ ''عدالت'' کے بارے میں بات کرے
''کبھی کبھی کوئی حادثہ رونما ہوتا ہے
جو راہنمائی کے راستے میں بند لگا دیتا ہے
وہ ''اسی مقصد کی طرف'' رخ کرتا ہے
اسی ''عدلیہ میں مقبولیت کے ساتھ''
وہ ایک دوسرے موضوع کو بھی زیرِ بحث لایا
سب کو اس کے حسن و قباحت سے آگاہ کیا
انیس سو چھیاسی کا سال ہوا
تہران کے شہر کی طرف سے اسے پیشکش ہوئی
''اقبال کی نظر میں دنیا'' کے بارے میں تقریر تھی
تاکہ اسلام کو ایک ہی بار جلوہ گر کرے

اس نے اتحادِ مسلمین کو آواز کے ساتھ
ایک راہنما کی طرح وقت کی آواز کے ساتھ (ملایا)
اس نے انہیں خود آگاہی کی مبارکباد دی
ان کو حق کا راستہ دکھایا

☆

انیس سو ستاسی کا سال ہوا
وہ دوبارہ جینوا کے شہر گیا
بحث اور تلاشِ روزگار کے بارے میں
ظلم کی بنیاد ظاہر کرنے کے بارے میں
ناروا قتل و غارت کے بارے میں
لوگوں کے مال و منال کے بارے میں
اس نے اچھی اور دل پسند بحث کی
وہ دور حاضر میں سر بلند ہوا
دوبارہ انیس سو ستاسی میں
انہوں نے اس کی ترکی دعوت کی
اس نے پھر مسلمانوں کی حالت کے بارے میں بات کی
ایک جگہ کے کم شمار مسلمانوں کے بارے میں

اس جگہ کا نام بلغاریہ ہے
وہاں تمام مسلمانوں کو حقوق حاصل نہیں ہیں
اس نے ان کی حالت کا احاطہ کیا
وہ ان کے لیے ندی کی مانند امداد بنا
انیس سو اٹھاسی کا سال ہوا
دوبارہ وہ امریکہ کی طرف روانہ ہوا
اس کا کام دوبارہ اسلام کے بارے میں تھا
کیونکہ وہ اسلام سے بامراد تھا
''جملہ اسلامی ممالک، جو تھے
ان میں سے ہر ایک زمانے میں جلدی تحلیل ہو گیا''
وہ مسلمانوں کے لیے بہت جلا
وہ مسلمان جو قانون اور دین کے باوجود بے بس تھا
جب انیس سو انانوے کا سال ہوا
جاوید دوبارہ خوش بخت ہوا
اس کو اردن کے شہر یمن کی طرف سے دعوت دی گئی
اس نے اپنی بحث سے محفل کو جلا بخشی
اس نے بات کی ''پیغمبروں کی سنت،
حکمرانوں کے لیے سرچشمے کی طرح ہے'' کے بارے میں
''رکن دانش ۔ رکن فراست'' ہے وہ

وہ نظروں کے لیے آنکھ کا نور ہے

اس سال وہ بغداد گیا

''مجلس کی حمایت'' کے بارے میں اس نے رپورٹ پیش کی

وہ جو ''مشاورت اعلیٰ کی مجلس'' ہے

کیونکہ وہ ہمیشہ ''اسلام کا کام'' ہے

انیس سو نوے کے سال کی بقا ختم ہوئی

جاوید نے دوبارہ امریکہ جانے کا ارادہ کیا

''جنوبی ایشیا کی حالت زار''

اس نے حساس دل کو رلا دیا تھا

اس کی حالت ناگوار اور نقائص سے بھری ہوئی تھی

''موجودہ بین الاقوامی میدان میں''

اس نے تجزیہ کیا اور پھر گویا ہوا

وہ بات کو ملک کی حالت آبرو اور عزت کی طرف لے گیا

دوبارہ جب زندگی کا ایک سال گزر گیا

اس نے ایک دوسری رپورٹ پیش کی

اس کی قسمت کا آفتاب پھر سے مسکرایا

پھر وہ عمان کی طرف روانہ ہوا

''راجع اسلام'' اس کے کام کا نام تھا

اس کا ذکر اس کی زبان پر صبح و شام تھا

خلاصہ یہ کہ وہ دوبارہ دس دفعہ
ہر ملک میں صبح کے نور کی مانند گیا
وہ اپنے ساتھ حقیقت کو پیشے کی طرح لے کر گیا
اس نے پائیدار صلح کی دعوت دی
وہ ملیشیا اور سپین بھی گیا
وہ دوبئ اور لیبیا کے ملک بھی گیا
وہ دوبارہ ایران اور امریکہ گیا
چین ، جرمنی اور ترکی بھی
سوئیزرلینڈ ، ناروے اور دانیہ بھی
کینیڈا اور قاہرہ کے خطے میں بھی
وہ دوبارہ ابوظہبی اور جرمنی گیا
پھر وہ کویت اور لندن بھی گیا
اس کی ہر جگہ رفت و آمد رہی
اس نے بہت سے ثمر آور کام کیے
اس کی بہت سی کتابیں اس طرح چھپیں
جاوید ، جناح اور دین کے بارے میں
اس نے ''جاویدانِ اقبال'' بھی لکھی
اس نے مہرِ فرزندی کاشت کی

اس نے فرزند ہونے کے قرض کی ادائیگی میں
چار کتابیں لکھیں، باقی زیادہ ہیں

☆

☆شادی☆

اسی زمانے میں جوان جاوید کی
آرزوئیں ایک دنیا کے برابر تھیں
ایک محبوبہ اس کے سامنے آئی
جو نازنین ، ماہ جبین ، ماہ پیکر تھی
جاوید کی طرح وہ قانون شناس تھی
ایک عقلمند لڑکی جو خالص سونے کی مانند تھی
خوبصورتی میں پری کی مانند تھی
بلکہ وہ پریوں کی سردار تھی
ماہ سیما، ماہ طلعت ، ماہرو
سروقامت ، تیغ ابرو، سیاہ بالوں والی
عاشق کے نزدیک مغرور اور پُروقار
عاشق اس کے نزدیک خوار و زار تھے

ایک لمحہ کے لیے وہ جاوید کو دکھائی دی
جاوید اس کا دیوانہ عاشق ہو گیا
بالآخر دونوں ایک دوسرے کی طرف مائل ہو گئے
مراد اور آرزو کو پانے والے ہو گئے
ان کے درمیان شادی کا بندھن بند گیا
دونوں ہجر کے عذاب سے آزاد ہو گئے
تمام اشخاص ان کے حامی ہو گئے
قوم ، خویشاوندان ، اقربا ، چھوٹے اور بڑے
دونوں اطراف سے حمایت اور مدد ہوئی
بے شمار مصلحتیں کام آئیں
دونوں طرف سے محبت اور اخلاص عیاں ہوا
شادی کا دن مقرر ہوا
اس دوشیزہ کا نام ناصرہ تھا
اس صدق و صفا کے راستے میں پاکیزہ خاتون کا
جشن میں شریک لوگوں نے کہا ''مرحبا
شادی مبارک ، سارے قریبی اقربا نے کہا''
خاندان اور برادری کے تمام لوگ حاضر ہوئے
ہر ایک نے اس شادی کو بامراد کہا
بھنگڑا ڈالا گیا ، تالیاں بجیں

رقص ہوا اور خوش آواز غزلیں پڑھی گئیں
دولہا اور دلہن کو سلام کہے جا رہے تھے
شعر و سرود میں ان کی تعریف کی جا رہی تھی
اس وقت ناصرہ کو مہندی لگائی گئی
اس کی گردن ہیروں اور مرجان سے آراستہ ہوئی
پنجے انگوٹھیوں سے پُر ہوئے
ہر انگوٹھی میں ایک سے ایک بڑھ کر نگینہ جڑا ہوا تھا
اس کی کلائیوں میں گانے پہنائے گئے
عاشق کے لیے وہ بہترین محبوبہ تھی
اس کے سر پر ٹیکے سجائے گئے
جتنا بھی روپیہ تھا برسایا گیا
اس کے راستے میں چادریں بچھائی گئیں۔
اس کے بعد اسے چادر میں لے جایا گیا
لڑکیوں نے گانا گایا ''سہیلی ! سہیلی''
اسے پھول کی مانند پہلو میں پکڑا
وہ برقعے میں آنکھوں کا آئینہ بنی
وہ پھول کی مانند مسکرانے والی دلہن بنی
ہر ایک دوسرے کا پیار ہو گیا
ہر ایک دوسرے پر گل قند بن گیا

☆ناصرہ☆

ناصرہ بچپن ہی سے پاس رکھتی تھی
قانون والا ذہن اور قانون شناس بھی
انیس سو ساٹھ کا سال تھا
جب بہترین خوش بختی نے اس کا ساتھ دیا
اس نے لڑکیوں کے کالج سے فارغ ہوئی
وہ دوستوں کے درمیان مشہور ہوئی
اس کا چہرہ انار کی طرح کھلا
اس کا دہن بہار کی مانند پھلا پھولا
انیس سو پچھتر کا سال ہوا
اس نے رنج کی فصل سے اچھا خزانہ پایا
پنجاب کی یونیورسٹی میں گئی
علم کے لیے وہ بہت کم خواب تھی
جب اس نے قانون کی تعلیم حاصل کر لی
اس نے ایک قانون دان کی طرح اپنا نام رکھا
انیس سو پچاس کا سال ہوا
اس کا رنج خزانے کے پھل کی پیداوار لایا
جب وہ قانون کی پروفیسر سرفراز ہوئی

دوبارہ کالج اور یونیورسٹی گئی
انیس سو چھیاسی کا سال ہوا
اسے اقبال کے گھر کا دروازہ ملا
اس نے ایک ماہر استاد کی طرح وہاں پڑھایا
وہ زمانے کا بے مثال مکتب تھا
وہ قانون کی تدریس کا مکتب تھا
وہ جہاں میں قانون کو کھول کر دکھاتی تھی
ناصرہ اپنی تعلیم کے سلسلے میں ہمیشہ
اسلحے اور قتل عام کے خلاف تھی
اس دنیا میں ایٹمی اسلحے کے خلاف تھی
دنیا میں ہر وقت اور ہر جگہ
اس نے ایٹمی ہتھیاروں کو ممنوع قرار دیا
تاکہ ، تیسری دنیا اس کا بیج کاشت نہ کرے''
اس نے اس ہنگامے کو تالیف کیا
اس کام کے لیے مہارت کے ساتھ قلم استعمال کیا
بیسویں صدی کی نوے کی دہائی کا چوتھا سال تھا
اس کا کام بلند ہوا
وہ ''قانون'' میں صاحب ڈپلومہ ہوئی
اس کا نام اونچے مرتبے والا ہوا

''قانونِ انٹیلیکچول'' میں

جس کی عملاً مُلکیّت تھی

اس نے دن رات بہت کام کیا

لوگوں کو اس نے اس راز سے واقف کیا

اچھا اور بلند نام اس کا نصیب ہوا

اس نے عدالت میں اپنی عمر گزاری

وہ کئی دفعہ زمانے کے ساتھ دادگستر ہوئی

اس نے عورتوں کی شان و شوکت کی حفاظت کی

آخرکار وہ ملک کے دیہات میں گئی

اپنے مقام کی حفاظت کے لیے

تاکہ عورت کے حقوق پامال نہ ہوں

تاکہ عورت کا اعتبار زوال پذیر نہ ہو

وہ انگریزی اچھی طرح جانتی ہے

وہ فرانسیسی زبان بھی اچھی طرح پڑھتی ہے

وہ زیادہ وقت سفر میں رہی

قانون کے ذریعے لوگوں کی مدد کے لیے

دیہاتیوں کے لیے وہ پیغمبر ہے

اس نے حق کے راستے کو بہت تلاش کیا ہے

ناصرہ اور جاوید دونوں نادر ہیں

کیونکہ دونوں ہی علم و حکمت پر قادر ہیں
میں خدا سے ان کی خوشی کا طلبگار ہوں
ہر دم کامیابی کا ، سربلندی کا
سیف الدین تودہ ای نے دلی محبت کے ساتھ
''برگِ سبز'' کی طرح یہ داستان کہی ہے
وہ خوش و خرم حصار سے لاہور آیا
ان فاضل لوگوں کی پا بوسی کے لیے
وہ برگِ سبز لایا اور اس نے تعظیم کی
اس نے قریبی لوگوں کی خدمت میں پیش کیا
میں دنیا میں جب تک زندہ ہوں دعا گو ہوں
میں کہتا ہوں اور صرف آپ کا چہرہ تلاش کرتا ہوں۔
گرمیوں کے موسم کا دو ہزارواں سال تھا
آپ کی محبت دل میں مالامال تھی

☆وارث علامہ☆

استاد محمد سہیل صاحب کی خدمت میں جو کہ اقبال
اکیڈمی کے ڈائریکٹر ہیں

اے زمین اور آسمان کے مالک
میں تجھ سے کوئی نکتہ پوشیدہ نہیں رکھتا

تو میرے دل کی خواہش ہمیشہ پڑھتا ہے
تو ہمیشہ کوشش اور جدوجہد کو جانتا ہے
میں اس وقت اس عاجز انسان کو چاہتا ہوں
یہ حقیر جو تیرے سامنے شرمندہ ہے
حاجت تیری درگاہ سے پوری ہوتی ہے
تو شفقت کرتا ہے اس درد کی دوا کرتا ہے
میرا مطلب ہے عظیم استاد کے لیے
کہ استادی کے لیے اس کا لفظ خوشگوار ہے
اس لیے میں آرزو کے سمندر سے ایک قصہ بیان کرتا ہے
تاکہ جو کچھ میرا دل کہتا ہے کہ ''کہہ'' وہ کہوں

☆

بیسویں صدی کے ننانویں سال
پیر کے دن باشکوہ جشن (تھا)
سامانی حکومت کا جشن تھا
دنیا بھر سے بہت سے لوگ اس جشن میں آئے ہوئے تھے
ان میں سے ایک لاہوری تھا
لاہور علم و فن میں مشہور تھا

محمد بھی ، سہیل بھی ، عمر بھی
وہ یہ گوہر جیسا نام رکھتا تھا
ایک نہایت خاکسار رفیق
اللہ تعالیٰ نے اسے خاکساری عطا کی ہے
اس کی تحقیق اقبال کے بارے میں خاص ہے
اس شعبے میں اس کے علم کا اندازہ نہیں ہے
وہ اردو اور فارسی بھی جانتا ہے
وہ عربی اور انگریزی بھی بولتا ہے
تصوف میں اس کا علم بلند ہے
لیکن وہ عرفان سے بھی بہرہ ور ہے
وہ عالم اسلام کو اچھی طرح جانتا ہے
تمام پختہ اور خام فکر بھی
خلاصہ یہ کہ بلند مرتبہ اور پیارا استاد
دن رات اپنے کاروبار میں پابند تھا
اس کی بیوی بشریٰ خانم اس کے ساتھ تھی
اس کے ہمراہ اس کی بیٹی آمنہ بھی تھی
وہ ہمارے ساتھ حصار میں خوش تھا
ہم نے قلعے اور اس کی ممنوع گاہ کو دیکھا
استاد تورسونزادے کے گاؤں کو

آزاد شاعر کی جائے پیدائش کو
اس نے آثارِ خانہ ایسے دیکھے
سحر آفرین شاعر کی ہر کتاب
اسی طرح ہم ختلان کے شہر گئے
شاہ ہمدان کی زیارت گاہ پر
ہم شاہ ختلان کی زیارت کی
اس دروازے کے موتی سے ہمارا سینہ پُرنور ہو گیا
ہم مُنوَّر دل کے ساتھ ختلان سے آئے
ہم دلی مسرت کے ساتھ غزل پڑھتے ہوئے آئے
خان نے ہمارے لیے محبوب سجایا
اس نے اقبال کی شاعری بڑی روانی سے پڑھی
شاعری نے اس کے لبوں پر بہت عجیب رقص کیا
اس نے مسرت کے ساتھ دوستی کا وصف ادا کیا
قابل قدر مہمانوں نے خوش کر دیا
ہر ایک اس کی استعداد کے مطابق خوش کر دیا
ہم نے بہزاد میوزیم کو دیکھا
ہم نے اس کے چہرے کے فیض سے پھول چنا
اس گفتگو کا دوام حاصل کرتا ہے
اس کے دوام پر کلام سے شہد ڈالتا ہے

☆

انیس سو چون کا سال تھا
محصول بار اٹھارہ ستمبر
لاہور کے شہر کے پاس دلنشین حسن تھا
درخت پھلوں سے لد کر زمین کی طرف سر کیے ہوئے تھے
اس موسم میں تیرہ مہنے کے فیض سے
ایک صبح ایک چھوٹا بچہ دنیا میں آیا
اس سے عمر کا گھر پر نور ہوا
ہر طرف خوشی کی لہریں دوڑ گئیں
اسی وقت اس کو جلدی سے مسجد لے گئے
تاکہ مؤذن اس کے کان میں اذان کہے
اس کے بعد لڑکے کو ایک دانشمند کے پاس لے گئے
نام رکھنا اس کے سپرد ہوا
اس نکتہ سنج اور نکتہ دان دانا کی
فکر اسی وقت بیان آور ہوئی
''ہم اس بچے کا نیک نام''
ایسے رکھتے ہیں کہ ''سہیل کے ساتھ محمد آئے'' اس نے کہا
اول یہ کہ یہ رسول اللہ کا نام ہے
دوم یہ کہ نور ہے اور چاند ہے

اس کے نام کا آغاز رسول اللہؐ سے ہوتا ہے
وہ سید حبیب اللہؐ کی امت ہے
جب اس نے یہ باتیں سنیں تو باپ کا چہرہ
سحر کی مانند کھل گیا
وہ جلدی سے اپنے گھر لوٹا
اپنے دل میں ایک جہان کی امیدیں لیے
اس نے دوستوں کو میٹھی نعمتیں دیں
اس نے تمام چھوٹوں بڑوں کو خوش کر دیا
اس نے رشتہ داروں کو سالن روٹی بھی دی
بیٹے کا نام رکھنے کی رسم ادا کی
دادا اس وقت بازار گیا
تاکہ مہمان کے لیے چھوٹا پنگھوڑا لائے
جب اس نے تمام پنگھوڑے دیکھے تو اسے کوئی اچھا نہ لگا
اس نے ایک خاص گہوارے کی فرمائش کی
اس نے کہا ''میرا گہوارہ بہترین ہو.....
اس چھوٹے چاند جیسے مہمان کے لیے''
اگلے ہفتے وہ اسی لیے گیا
بڑھئی سے وہ گہوارہ طلب کیا
اس نے دیکھا کہ اس نے گہوارہ خوبصورتی سے بنایا ہے

اس نے اسے دیکھا اور اسی وقت اس کے دل کو اچھا لگا
اس پر رنگ برنگے نقش و نگار تھے
گویا رنگ آپس میں جنگ کر رہے تھے
ستاروں کے نقش بھی تھے اور چاند کے بھی
ہرن ، میمنے اور شکار گاہ کے نقش و نگار بھی
باغ اور گلاب کے پھولوں کے بوستان کے نقش و نگار
صبح کے سورج کی روشنی کے نقش و نگار
اس نے جلدی سے گہوارے کے پیسے دیے
گویا اس نے گوہر پارہ پا لیا
اس نے پوتے کو تحفہ پیش کیا
اس نے شکریہ ادا کیا اور خدا کی تعظیم بج لایا

☆

انہون نے اسے ہر قسم کی ٹھوس غذا دی
خوشی کا جشن جلا سے رنگین تھا
وہ جلدی سے نخل و نودہ کی شاخ لائے
شاخیں پھلوں سے بھری ہوئی تھیں
ایک امید سے بیٹے زیادہ ہوئے
انہوں نے اپنے والدین کو خوش کیا

دف اور لچنگ بھی بجائے گئے
ان کی ضربیں رقص کے ساتھ ہم آہنگ ہوئیں
بالآخر رشتہ دار خوشی سے
ایک دوسرے کے ساتھ مہر و محبت اور اتحاد کے ساتھ
بچے اور جھولے کو جلد لایا گیا
گویا وہ گوہر پارے کے ساتھ ملا ہوا تھا
پھر دائی نے گہوارے کی آرائش کی
زین سے ایک نئی طرح دی
انہوں نے اس میں کہکنک بکھیرے
توت اور سیب بھی ڈالے
اس کا داخلی اور بیرونی حصہ تیار ہو گیا
تاکہ اس کے اندر مہمان سوئے
دایوں کی لوریوں کی آواز کے ساتھ
ہمسایوں کی مسرّت بھری ہوا کے ساتھ
اس نے سہیل کے سامان کی قیمت لی
سہیل کی گہوارہ بندی کی قیمت
اس وقت مہمان ناز کے ساتھ سو گیا
راز کے افسانوں کے ساتھ سو گیا
اس زمین اور آسمان سے بے خبر ہو کر

جہان کے کاروبار سے بے خبر ہو کر
اس کی کمزور ماں اس کی غمگسار تھی
زمانے کے تمام نشیب و فراز میں
کبھی وہ سویا اور کبھی رویا
اسی طرح وہ بڑا ہوتا گیا
اس سے خاندان میں خوشی تھی



دن گزرتے گئے اور اس کے بال بڑے ہو گئے
والدین اس سے دوبارہ خوش ہو گئے
انہوں نے تمام عزیزوں سے بات کی
اس کے لیے ایک بکری ذبح ہوئی
محلے کے سفید بالوں والے لوگوں کی دعوت کی گئی
تمام نعمتوں کے ساتھ سب کی عزت ہوئی
قرآن پاک کی آیت پڑھی گئی
اس مبارک دن ، عید کے دن
سہیل کے بابا نے اس کے بالوں کو قینچی ڈالی
اس کے بعد اس کے چہرے پر ناز سے بوسہ دیا
اس وقت سہیل کے بال کاٹے گئے

خیل کے رہنے والے اس سے خوش ہوئے
وہ بڑا ہوا اور ہر روز کھیلتے کودتے
صحن مین اہلِ خاندان کے نزدیک
وہ بڑا ہوا اور اس نے پرندوں کا نغمہ سنا
جانورں کی طرح طرح کی آوازیں بھی سنیں
اس نے تمام اچھی بری آوازوں میں فرق کیا
گھریلو اور جنگلی کے درمیان حد جانی
جب وہ پانچ سال کا ہو گیا
اس کے لیے دوسرے شغل کی پیشکش ہوئی
اکثر وہ انوفتہ کے کھیل کو
بغیر چون و چرا کے جانتا تھا

☆

عمر کے متعلق نور کی لہر نے بات کی
''بیٹے کا اب ختنہ سور ہو گا''
اس نے میٹھے پھل جمع کیے
پستہ مغز ور ہر ملک کے پھل
پس اس نے ہر گھر کے اندر آواز دی
وہ ایک گانے گاتا تھا

دوسرا مبارکباد اور سلام کہتا تھا
حاضرین رقص کر رہے تھے اور کھیل رہے تھے
وہ بزکشان گھڑ سواری کر رہے تھے
ایک طرف سے گوشت برپا ہوا
ہر قیمتی موتی معرکہ آرا ہوا
ضیافت ہوئی اور بہت شاندار ضیافت ہوئی
رنگین ضیافت اور فیض و فتوح والی ضیافت
قرآن پاک کی تلاوت ہوئی
اس نیک روز ، عید کے دن
پھر نائی نے بغیر قیل و قال کے استرے کے ساتھ
ختنہ کیا اور بچے کا ہاتھ حلال کر دیا
تمام دوست خوش ہو گئے
تمام مہمان خوش ہو گئے
کچھ دنوں کے بعد سہیل بستر سے اٹھا
سہیل کھیلنے کے لیے دروازے سے باہر گیا

☆

اس کی شفیق ماں عمت الرشید
محبت کے ساتھ بچے کی پرورش کرتی تھی

آخر اس نے زمانے سے کمالات حاصل کیے
ایک دن وہ علم کے حصول کے لیے مکتب کی طرف روانہ ہوا
وہ علم و فن کی محبت رکھتا تھا
وہ دل و جان سے سچائی رکھتا تھا
وہ مشہور لاہور میں رہتا تھا
خود کو قرار دینے والا مکتب اور تعلیم گاہ
اس نے زبان بھی سیکھی اور ادب بھی
انگلش بھی سیکھی اور عربی بھی

انیس سو انہتر کا سال تھا
اس کا مکتب شان شکوہ کے ساتھ ختم ہوا
صبح وہ اسلام آباد گیا
اللہ تعالیٰ سے مدد مانگ کر
اس نے امتحان دیا اور کامیاب ہو گیا
اس ہر کتاب سے علم حاصل کیا
اس نے کالج سے ڈپلومہ کیا
اس صدی میں وہ اقبال کے پیچھے لگا

جب اس نے یونیورسٹی کی تعلیم ختم کی
انیس سو نوے کے سال کا وقت تھا
آٹھ سال تک اس نے پورے ذوق شوق سے
اپنے علم کو محنت سے جاری رکھا



بیسویں صدی کے اٹھارویں سال
وہ علمِ فلسفہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوا
وہ تصوف و عرفان میں کامیاب ہوا
اس نے اسلام کے بارے میں بہت زیادہ کام کیا
اس کے علم نے تاریخ سے جواب حاصل کیا
اس کی بات آفتاب کی طرح واضح کر دی
اس نے اپنے علمی کام کو تھوڑا تھوڑا کر کے آگے بڑھایا
وہ عالمون کے درمیان سر بلند ہوا
انیس سو چوراسی کا سال تھا
وہ اپنے فرض کی ادائیگی میں کامیاب انسان تھا
وہ انتخابی راہنما کا نائب بنا
اپنی جوانی کی اس تین سالہ عمر میں

وہ چودہ سال تک نائب رہا
اور اس نے ذہانت کے ساتھ اسی کام کو آگے بڑھایا
بیسویں صدی کا ستانواں سال تھا
دوبارہ وہ ایک سیڑھی اوپر گیا
وہ اقبال اکیڈمی میں
آبرو مند ڈائریکٹر بنا
وہ اپنے کاموں میں ہشیار تھا
محنتی ، زحمت کش اور پاک تھا
مجلّات ، مقالات اور کتابیں بھی
اس کے زیر تحریر منتخب ہو رہی تھیں
اس کی تحریریں تین زبانوں میں تھیں
انگلش ، فارسی اور عربی زبان میں
اس نے اب تک کئی کتابیں چھاپی ہیں
اور بے حساب مقالے لکھے ہیں
انیس سو ستتر کے بعد،
اس ادارے نے بہت ترقی کی
جدتیں اور ندرتیں وجود میں آئیں
ہر کام میں معاونت کی گئی
ملازمین کو کمپیوٹر ملے

حقیقتاً وہ واجب و لازم بنے
کتابوں کی ہر نمایش خوبی کے ساتھ ہوئی
دنیا میں ہر دانشمند محبوب ہوا
ہر ایک کام کا آغاز ہوا
تمام بڑے دفاتر کی سطح پر
''ھر چہ گوید ، دیدہ گوید'' چھپی
ہم پر تا روزِ حشر تحفہ ٹھہری
اس نے کتاب فارسی میں لکھی
اس نے اقبال کی حکمت بیان کی
وہ سب حکیم اقبال کی شاعری ہے
ہر کسی کے احوال کی ایک صورت ہے
جس کسی کو وہ معنوی غذا بخشتا ہے
مولوی کے پیام و درود سے

☆

''در خلوص حکمتِ اقبال'' بھی
اس کے ایک دوسری کتاب رقم کی
اس نے یہ کتاب اردو میں لکھی
اس کے مضمون سے دنیا کی حکمت ٹپکتی ہے

ایک دن آئے گا ایک وقت آئے گا
کہ وہ کئی زبانوں میں ترجمہ ہو گی
اس نے حکمت میں ایک نئی کتاب
انگریزی زبان میں لکھی
لیکن یہاں طرز مضمون ہی دوسرا ہے
قلبِ پُر خون کا سوز و درد ہی دوسرا ہے
وہ ''نظر باشد بہ شعرِ سنتی''
تمام فرخندگی اور قیمت کے ساتھ
کہ وہ اقبال مشرقی کی فکر کے بارے میں ہے
کہ اس کے شعار نے ہر جگہ نورِ برق تلاش کیا
وہ تحقیق علَم کی مانند روشن ہوئی
ذہانت کی بدولت ، قلم کے حرفِ گویا کی بدولت
تصوف کے بارے میں بھی اس نے درد و سوز کے ساتھ
بہت سارے مقالات لکھے
وہ فلسفی ، عالم اور عرفان دوست ہے
گویا وہ علم کے ساتھ ایک پوست میں ہے
اس نے سینکڑوں انجمنوں میں شرکت کی ہے
اس نے مشرق کے درد کو شایانِ شان طریقے سے بیان کیا ہے
وہ امریکہ اور انگلینڈ جا چکا ہے

وہ فرانس اور جرمنی بھی جا چکا ہے
وہ بارہا سپین جا چکا ہے
بلژیک بھی اور شویساریا بھی
وہ تاجکستان اور ایران جا چکا ہے
مراکش اور افغانستان میں بھی رہا ہے
وہ سعودی عرب اور ترکی بھی
پر نور درود کے ساتھ جا چکا ہے
ہر جگہ وہ اقبال کے بارے میں بات کرتا ہے
اس نے ہر جگہ اقبال کی محفل سجائی
جس جگہ بھی زمانے کے نام کے ساتھ
اس نے صلح اور دوستی کی بات کی
وہ بلبل کی طرح نوا پیرا ہوا
اور باتوں سے مراد کے مطابق دنیا حاصل کرتا تھا
اس نے اقبال اور رومی کے حالات بیان کیے
اس نے ہر سامع کے لیے معنی کے موتی پروئے
میں ایک محفل کی فضا کو بیان میں لاتا ہوں
اس کی بزم سے سو دلوں کی فطرت روشن ہوئی
اس محفل میں جب انہوں نے بانسری بجائی
اس کی نوا سے سینے پگل گئے

سہیل کی آنکھوں کے سامنے ظاہر ہوئی
اس وقت مثنوی پیرِ رومی
''بشنو از نی چون حکایت می کند
و از جدائی ہا شکایت میں کند.....''
جب اس نے سنی تو اس کو اس قدر اچھی لگی
اس نے اس کے نسخے کو اس وقت ریکارڈ کرنا چاہا
پس وہ اس کی ریکارڈ شدہ کیسٹیں لے آیا
اس سے تمام دوست خوش ہوئے
دو ہزار کا سال پیغام کے ساتھ آیا
اس کے کام کی سمت مقصد کی راہ میں تھی
اس نے ہمیں آواز کے ساتھ لاہور بلایا
اس نے ہمکاری کے بارے میں بھی بات کی
اقبال کے بارے میں بات ہوئی
اے کہ میں نے کہا ''اس کی ذات میرے لیے مقدس ہے''
میں اڑتیس سالوں سے واقف ہوں
شیرین سخن شاعر کے کلام سے
میں اس کی شاعری کو جان کی طرح دوست رکھتا ہوں
اس کے معنی میرے سینے میں چھپے ہوئے ہیں
اقبال کی شاعری میرے دماغ میں ہے

وہ ہمیشہ میری بہترین غذا ہے
میں نے اس کی دعوت کو دل و جان سے قبول کیا
میں نے اسی وقت سفر کا مژدہ سنایا
آخرکار ہم مارچ کے مہینے میں لاہور آئے
ہم شوق سے آنکھوں کو پُر نور کر کے آئے
ظفر نے کراچی میں بڑی خوشی کے ساتھ ہمیں لاہور کی طرف روانہ کیا
ہمارا پیشوا سرفراز ہوا ، وہ استاد سہیل کھلی آغوش کے ساتھ
اہل خاندان اس کے ہمراہ تھے
اس کی بیوی اور بیٹی آمنہ جان بھی
ابراہیم کا دل آرزو سے لبریز تھا
کہ وہ سہیل کا اکلوتا بیٹا ہے
وہاں اس کی بیٹی مریم بھی تھی
اس کے پہلو میں مسیح کی ماں تھی
میاں صلاح الدین سے
ہمارے رہنے کے لیے گھر تھا
وہ زمانے کے اقبال کا نواسہ ہے
وہ ہمارے لیے میزبان کی مانند تھا
ہم وہاں تین مہینے تک مہمان تھے
دوستوں کی طرف سے یہ بہت اعزاز والی بات تھی

اس ہمارے استاد محمد سہیل نے
ہمارے نکتہ دان بزرگ حکیم نے
خوشی سے ہمیں اپنے گھر بلایا
اس کے کاشانے میں عزیز و اقارب جمع ہوئے
تمام عزیز پیار و محبت کے ساتھ آئے
بوڑھے اور جوان دل و جان کے ساتھ آئے
چہرے اور آنکھوں سے نور برسا
وہ ہمارے پاس آئے دور سے
ہر کسی نے شاعری اور غزل خوانی کی
ہمارے دل کو درود و سلام سے پُر نور کیا
وہ ایک امجد جو کہ گلوکار تھا
وہ مغزِ جان سے اردو بولتا تھا
لذت میں اس کا منہ گل قند کی طرح تھا
اس کی رنگین آواز دلوں کی ساتھی تھی
وہ کتاب سے تاجکی اور فارسی پڑھتا تھا
وہ بہت سا منتخب شدہ کلام لایا
اور وہ دوسرا گھر کا مالک ظہیر تھا
خاکسار ، مہربان اور روشن ضمیر

ریاض احمد بھی جو کہ عدالت سے تھا اور ہمیشہ عدلیہ میں پشت و پناہ تھا
فارسی جاننے والا ، عاجز ، خوش کلام سے محفل سجانے والا
وہ دوسرا ، آفتاب محوِ گفتگو تھا
کمسن لیکن نیک سیرت
سہیل ، امجد اور آفتاب
تینوں ہم زلف بھی ہیں اور گہرے دوست بھی
ہماری محفل آدھی رات تک گرم تھی
سینے خوشی و مسرت سے لبریز تھے
اس وقت پرانی صدی کا ''عطار''
گویا ہمارے ساتھ ہم آواز تھا
''مہمان را ای پسر ، اعزاز کن !
گر بود کافر ، بہ او در باز کن
ہر کہ مہمانت شود از خاص و عام
پیشِ او می باید آوردن طعام
زانچہ داری اندک و بیش ، ای پسر
برد باید پیش رویش ، ای پسر
ای برادر ، مہمان را نیک دار!
ھست مہمان از عطای کردگار!
ھر کہ مہمان را گرامی می کند

کوششی بر نیک نامی می کند
هر که مهمان را بروی تازه دید
از خدا الطاف بی اندازه دید
هست مهمان از عطاهای کریم
هر که ز ـ و پنهان شود باشد لعیم
هر کرا شد طبع از مهمان ملول
ازوی آزرده خدا و هم رسول
نان بده بر جایعان بهرِ خدای
تا دهندت در بهشتِ عدن جای
گر براری حاجبِ محتاج را
بر سر از اقبال یابی تاج را .....)
ہم نے آدمیوں سے صحبت رکھی
شراب وصل سے ہمیں راحت ملی

☆

کبھی ہم رومی کے بارے میں بات کرتے تھے
کبھی حافظ اور کبھی جامی کے پیغام کے بارے میں۔
کبھی مشرق کی سرزمین سے تعلق رکھنے والے اقبال کے بارے میں
ہماری بات چیت معجون کی مانند تھی۔

ایک ہفتہ کے بعد بلال نے ہماری دعوت کی
ہماری صحبت کو اس سے بہت شان ملی
اس کی پیشانی فرشتے کی مانند پرنور تھی۔
وہ ایک لمحے کے لیے بھی زمین پر نہ بیٹھا۔
وہ محفل میں آمد و رفت میں رہا
مہمانوں کو اس کی نوازشیں عطا ہوئیں۔
وہ استاد کا برادرِ نسبتی تھا
استاد کی طرح وہ بھی شریفوں کے خاندان سے تھا۔
اس وقت کراچی سے مہمان تھا
ایک بہت ہی نکتہ دان شخص، شوکت عابد
وہ کم سن، دانش پرست اور مہربان تھا
وہ اردو زبان کا جانا پہچانا شاعر تھا
احمد جاوید بھی مہمان تھا۔
وہ میری بات اور آواز کے ساتھ دل و جان سے مخلص تھا
ساز و سرور کے وقت ہماری نوا خوانی بھی
آھنگ اور دھن کے ساتھ اس کے گوش و ہوش کا سامان تھی
اس نے ''مثنوی معنوی'' کے لیے
جو کہ فارسی زبان میں قرآن کا ایک دفتر ہے
اس نے طبع رواں سے شرح لکھی

وہ جو تھوڑا تھوڑا کر کے بیان کی ڈوری میں باندھتا گیا
نثر کو اس کے ذریعے ایک اور شرح ملی
اس کی بات ساری کی ساری اقبال کے بارے میں ہے
اس کی باتوں میں پر معنی اور اہم چیزیں بیان ہوتی تھیں۔
باتوں اور گفتگو سے محفل کی رونق دوبالا ہو گئی۔
ہمارے اردگرد جمع ہو گئے۔ تمام عزیزوں اور رشتہ داروں کے جوان
سب نے اس گفتگو سے فیض حاصل کیا
انہوں نے دلوں میں محبت جاگزین کی
ہم نے آدھی رات کے وقت کہا ''اے خوش لوگو!
خیرباد ، خیرباد اور خیرباد''
محفل کی صورت مجھے صبح تک یاد رہی
صبح کب ہوئی مجھے پتا ہی نہیں چلا
سہیل نے اس سال بہترین کام کیا
اس نے اقبال کی شاعری ریکارڈ کی۔
میں نے دوست کے لیے ہر ایک آواز کے ساتھ گایا ہے
ساڑھے چار سو دھنیں اسی سے ہیں
انہی دھنوں میں ''ششمقام'' بھی ہے
جو عام ایجاد کے شیوے کی ہم پایہ ہے
اس کا باقی حصہ بھی ریکارڈ ہو جائے گا جو کہ اچھا ہے

اگر عمر نے ہمارے اور دوست کے ساتھ وفائی
لیکن ان چار سو اٹھاون دھنوں میں سے
ایک سو بیس ریکارڈ ہوئیں۔
دوسرا بندے کی طرف سے ''والسلام'' ہے۔

وہ استاد اپنا ایک دوسرا دوست رکھتا ہے
ہر کسی کے لیے دوستی سر کے تاج کی مانند ہے
اس کا نام سہیل صدیقی ہے
اس کا کام صبح و شام آواز ریکارڈ کرنا ہے
چونکہ اس کا ہمیشہ یہی کام رہتا ہے
اس کا پختہ اور خام اسی ریشے سے ہوتا ہے
خدا کی یاد کے ساتھ دونوں ہم نام ہیں۔
دونوں رضا کے راستے میں ہمکار ہیں۔
وہ ریڈیو اور ویڈیو کی باکمال اور
بے مثال آواز ریکارڈ کرتا ہے
وہ انسان پرست شاعر کا کلام ہے
اس کی شاعری اور شعر ہر کسی کے دل کو اچھے لگے
وہ مشرق کی سرزمین کا آزاد شاعر ہے۔ ایک ایسا شاعر کہ اس کے

جہان نے اس کو ''آفرین'' کہا
اس نے سارے کا سارا ھنر کے رنگ کے ساتھ ریکارڈ کیا ہے
آواز جء ریکارڈنگ شکر کی مانند ہوئی ہے
صدیقی کا مقدر راز سے پر ہے
بے حد نیاز اور سوز و گداز سے پر ہے
زندگی نے اس کے نام سے بہت سی تکلیفیں لکھیں
اس کے پاس دولت تھی لیکن اولاد نہ تھی
وہ کئی سال سے بیٹے کے غم میں مبتلا تھا
اس موضوع پر اس کی سوچ رک گئی تھی
اس کے بچے ضائع ہو جاتے تھے
والدین اس بارے میں تدبیریں کرتے تھے
ہم اس بات کو سمجھ کر اسے دعا دی
تاکہ خدا اسے ایک بچہ دے
اس کی بارگاہ میں یہ آرزو قبول ہوئی
ہماری آرزو جو صدقاً نیک تھی
ہماری ہمکاری کے وقت اس کا بخت چمکا
آخرکار خوش قسمتی سے اس نے بچہ پایا
دنیا میں ایک نازنیں بیٹی نے جنم لیا
وہ اس آسمانی بخت سے سرفراز ہوا

اس نے ہزاروں آرزوؤں اور شکریے کے ساتھ
اپنی بیٹی کا نام ''ماہم'' رکھا
اے خدایا تو اس کو خوش قدم بنا
اس کے والدین کا نصیب اچھا بنا
میں ان ہم نام انسانوں کے لیے دل و جان سے
التجا کرنے والے دو ہاتھوں کے ساتھ دعا کرتا ہوں
''کہ اے خدا! جب ان کی عمر رہے
تو ان دونوں کو اپنی پناہ میں رکھ!''
اس کے دوستوں میں سے ایک کا نام اصغر ہے
وہ فارسی جاننے والا ہے اور اس کی باتیں شکر جیسی ہیں
وہ ایک برجستہ عالم ہے وہ عالموں میں گلدستہ ہے
اس نے بڑے شاہکار تخلیق کیے ہیں۔
اس نے علم کے باغ کو رنگیں کیا ہے
اس سہیل نے اسے ہمارا واقف بنایا۔ تاکہ وہ ہمیں اردو سکھائے
جون دوہزار سنہ کا سال تھا
''تودہ ای'' اقبال کے احاطے میں تھا
اس نے اپنے یہ شعر دل و جان سے لکھے
تاکہ زمانوں کی تاریخ میں رہیں۔

ہم نے دو ماہ تک اس سے اردو زبان سیکھی۔
ہم نے اس سے بہت زیادہ علم حاصل کیا۔
بالآخر وہ ہمارے کام کا راہنما بنا۔
وہ علمی کام لکھنے میں میرا مددگار بنا۔

میں سہیل کے کام کے بارے میں ایک نکتہ بیان کرتا ہوں
دوسرا نکتہ سہیل کے کردار کے بارے میں ہے
اس کے ہاتھ میں کئی ہنر ہیں
جن میں سے ایک فوٹو گرافی کا شغل ہے
تصویریں بنانے والا ایک اعلیٰ کوالٹی کا کیمرہ
ہمیشہ اس کے پہلو میں تیار ہوتا ہے۔
وہ جہاں کہیں بھی ہمارے ساتھ بیٹھا
اس نے یادگار کے لیے ہماری تصویر اتاری۔
اس نے ہمیں لاتعداد تصویریں تحفے کے طور پر دیں
میناروں اور چاندی کی طرح چمکنے والی عمارتوں کی۔
ماضی اور عصرِ جدید کی تاریخی تصویریں
سر زمینِ پاکستان کے عالمِ رنگین کی تصویریں
اسی طرح اس کے حکم پر

اس کے تمام دوست اور معاون
طارق اقبال اور ارشاد الجیب
قیصر محمود سید حبیب
وہ مہربان بابا نظیر ملک
نیکوبیان وحید اختر عشرت کی
گاڑی کا ڈرائیور نظیر بھی۔ جو مشہور کشمیر کا رہنے والا ہے
ہر ایک ہمارا راہنما تھا۔ خوش دلی اور پاک جذبے سے
زیارت کا آغاز مزار سے ہوا۔ اس مشہور شاعر کے مزار سے
جہان شناس فاصل شاعر
کہ اس سے زمین آسمانوں کا اندازہ لگاتی ہے
اس کے بعد ہم سفر پر روانہ ہوئے
اس بادشاہی مسجد میں داخل ہوئے۔
ہم نے ان تبرکات کو دیکھا
سیدِ سادات کی بہت سی نشانیوں کو دیکھا۔
پھر ہم نے چڑیا گھر کر دیکھا۔
''سوز و پارک'' کے حسن کو بہت شوق سے دیکھا
ہم نے شالامار باغ کو دیکھا
ہم نے درختوں سے پھل چنے
ہر طرف بے شمار فوارے تھے

کئی پانی سے بھرے ہوئے تالابوں میں
ہر طرف لوگ آرام کر رہے تھے
بات چیت میں مصروف تھے۔ کامیاب طبیعت کے ساتھ
ہر نازنین جوان جوڑا، جوڑا ہو کر
اپنے پہلو میں ایک نازنین محبوب لیے ہوئے تھا
خوش خرام دوست مور کی طرح ہیں
سایہ دار درخت کے نیچے خوش و خرم
بیٹھ کر محفل سجاتے ہیں
وہ دلربائی اور دل آرائی کرتے ہیں
وہ صبح کے پھولوں کی مانند مسکراتے ہوئے
وہ ایک دوسرے کی نظر سے مست اور دیوانے ہیں۔
کبھی چاند سے چہرے والے محبوب دوستی کی بات کرتے ہیں
کبھی وہ عشق اور عاشقی کی باتیں کرتے ہیں
دوسری صبح استاد سہیل کی طرف سے
نسیم کی مانند ہمیں خوشخبری ملی
اے دوستوں کل ہم ایک دعوت میں جائیں گے
ہم ایک جگری دوست کے پاس جائیں گے
ہم دوست کے اس پیغام سے بہت خوش ہوئے
ہم دوست کے نام کے ساتھ راستے پر ہوئے

وہ ہمیں طارق عزیز کے پاس لے گیا
وہ پروگراموں کا انچارج تھا
وہ طوطے کی طرح شیریں سخن تھا
بلکہ اس کے منہ میں بلبل جیسی آواز تھی
وہ پنجابی زبان کا شاعر تھا
اس کی بات سے ہمیشہ شہد ٹپکتا تھا
اس کی گفتگو میں بہت زیادہ پند و حکمت تھی
جب سہیل نے اس کے ساتھ ہمارا تعارف کروایا۔
اس نے اسے ہماری صورت احوال بتائی
اس وقت طارق نے ہمیں دیکھا
اس کی ہر نگاہ صبح کے نور کی مانند تھی۔
اس نے تھوڑی دیر کے لیے حاضرین کو خاموش کیا
اس نے میری شاعری اور آھنگ کی طرف کان دھرا
اس دانشور طارق عزیز نے اس وقت
ہماری گفتار میں حسنِ بیان دیکھا
اسی وقت اس نے قلم ہاتھ میں پکڑا
اور پروگرام ہمارے نام منسوب کر دیا
اس نے ایک کام کا نقش ڈالا
اس نے دعوت کا دن معین کیا

اس کے بعد ہم اس روز اس کے پاس چلے گئے
ہم اس کے دفتر کی طرف روانہ ہوئے
اس مقررہ دن سہیل ہمیں نیک آرزو کے ساتھ
ہمیں خوشی سے اس کے دفتر کی طرف لے گیا
ہم الحمرا ہال میں داخل ہوئے کہ جس میں طارق عزیز شو ہو رہا تھا
جب ہمیں بلانے کی باری آئی۔ حاضرین کے لیے گویا عید کا دن تھا۔
ہم نے اپنے قومی لباس کے ساتھ
محفل کو بہت زینت بخشی۔
اہلِ مجلس نے ہمارا استقبال کیا
نعروں اور تالیوں کی گونج کے ساتھ
وہ اس رات ہال والوں کا سردار تھا
وہ پنجابی زبان کا آزاد خیال شاعر۔
نزاکت کے ساتھ ہم سے پوچھنے لگا
وہ ہر سوال کے جواب کا متلاشی ہوا۔
میں نے اردو زبان میں جواب دیا
میں نے ہر سوال کا جواب اچھی طرح سے دیا
پھر میں نے تاجکی گیت گایا
حاضرین کی طبیعت بہت زیادہ خوش ہوئی
حاضرین کی داد فضا میں پہنچی

اس کی موج آسمان کی بلندی تک گئی
طارق نے ہمارا ہاتھ خلوص کے ساتھ دبایا
اس نے تحائف اور گلدستے دیئے۔
اس نے اپنی شاعری کی کتاب
سبز پتے کی مانند ہمیں دی
اسی جگہ ہم قصہ مختصر کرتے ہیں
صبح ہوئی اور ہم چلنے کا ارادہ کرتے ہیں
اے سیف الدین تودہ ای! یہ داستان
وقت کے راستے میں ایک یادگار رہ گئی ہے۔

سلسلہ (غزلہا)

(استادعزیز جناب محمد سہیل کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے)

اے سہیل تیری جدائی سے تار کا نغمہ میں رہ جاتا ہے
میرے سینے کے دیدار کی حسرت دل میں رہ جاتی ہے۔
تیرے نام کی بدولت نغمے میرے ساز کے تار سے پھوٹتے ہیں۔
تیرے سراغ میں تار کے نغمے دل میں رہ جاتے ہیں۔
ایوانِ فضا میں راستہ دوری پیدا کرتا ہے
یہ راز ہر لمحہ دل میں زخم رکھتے ہیں

میں نے ساڑھے چار سو دھنیں بنائی ہیں
ہر آھنگ کا رنگ گلزار کی طرح دل میں رہتا ہے
تو میری محنت کا راہنما تھا، اس کے حاصل پر نظر ڈال
ورنہ وہ اتنی محنت کے باوجود دل میں رہ جاتا۔
ہمیں اقبال کی شاعری کی ریکارڈنگ نصیب ہوئی
کہ اس کی فضا سے دل میں بہت خوشی رہی ہے
اگر سر زمین مشرق کے شاعر کی روح خوش نہیں ہوتی
تو قیامت تک آرزو دل میں کانٹے کی طرح رہتی ہے
تو وہ ای تیرے راستے میں چار آنکھوں سے انتظار کرتا ہے
تاکہ وصل کے روز اس کی آنکھ دل سے ملے

☆

امیدارِ دیدار

میں کافی عرصے سے دوست کا چہرہ دیکھنے کی امید رکھتا ہوں
میں عجیب حسرتوں بھرے لیل و نہار رکھتا ہوں
ہر وقت سہیل عمر کا نام میری زبان پر آتا ہے
میں اس ذہانت والے چمن زار سے ایک تازہ بہار رکھتا ہوں
جب تک سانس ہے میری کوشش ہے کہ اس کی خدمت کروں
کیونکہ اس کے کرم کے فیض سے میرا حسن پورا ہوتا ہے

میں پھر سے چاہتا ہوں کہ اس کا دوبارہ دیدار کروں
کیونکہ اس کی بات چیت سے میری آنکھ میں خماری آتی ہے
کوئی مشرقی دوست کے راستے میں نمک حرامی نہیں کرتا
میں قیامت تک یہ طریقہ دل میں تازہ رکھوں گا۔
میں شاعر علامہ اقبال کی خودی کی شراب سے مست ہوں
میں تودہ ای خودی اور خود کے ساتھ سروکار رکھتا ہوں

☆

''مرہم جان''

وہ دوست کے جس نے لاہور سے پیغام بھیجا
گویا میرے دل اور آنکھ کے یے اس نے نور بھیجا
اس کی ہر بات میری جان کے لیے تب و تاب ہے
اس نے مرہم جان کو دور دراز راستے سے بھیجا ہے
اس نے امجد، جاوید، بلال اور اہلِ بصیرت کی طرف سے
اس نے غمگین دل کے لیے شیریں اور میٹھی باتیں بھیجی ہیں۔
میں اس کے خط سے عزیزوں کی خوشبو سونگھی۔
اس نے تمام الفاظ کافور لگا کر بھیجے ہیں
وہ پنجابی دوست تودہ ای کا دل بن گیا ہے
از نے زمزمۂ جوش کے ساتھ طرب صور بھیجا ہے۔

☆

اقبال اکیڈمی لاہور کے ڈائریکٹر جناب محمد سہیل کی حصار کے خوش وخرم شہر میں تشریف آوری کے سلسلے میں۔

''مہمان''

خوش و خرم حصار میں آج مہمان آیا ہے
وہ عہد و وفا کے راستے میں عزیزوں کی طرح آیا ہے
اس کا چہرہ کھلا ہوا ہے اور دل میں اتحاد و اتفاق کا شعلہ ہے
وہ کراچی ، لاہور اور ملتان سے آیا ہے۔
اسلام آباد شریف کی اچھی شہرت کا حسن ہے
کہ قدردان مہمان دلبروں کے شہر سے آیا ہے
وہ اپنے ساتھ دوست کو دینے کے لیے ''اسرارِ خودی'' لایا ہے
وہ ''رموز بے خودی'' کے ساتھ مسکراتے ہوئے چہرے کے ساتھ آیا ہے
تاکہ وہ ہمیں عظیم علامہ اقبال سے آشنا کرے
وہ بغل میں اس کی سینکڑوں غزلوں کے ساتھ آیا ہے
تاکہ دونوں ملک دوستی کی فضا میں راستہ ہموار کریں
وہ اس خواہش کو پورا کرنے کے لیے بہت جدوجہد کر کے آیا ہے
وہ اپنے ملک کی ثقافتی فلمیں لے کر
وہ ہمارے پاس بزرگوں کی منظوری کے لیے لے کر آیا ہے

اقبال کے بارے میں محفل اس کی موجودگی کی بدولت خوش وخرم ہے
وہ براڈ کاسٹنگ کا تمام مواد علاج کی مانند لے کر آیا ہے
ہمارے اس عالی شان مہمان کا آخر نام کیا ہے
وہ محمد سہیل بھی اور عمر جان بھی آیا ہے
تو وہ ای خوش ہو کر کہتا ہے ''خوش آمدید، اے عزیز!
تیرے دیدار کی گرمی آگ کی طرح آئی ہے۔''

☆

اقبال اکیڈمی پاکستان کے ڈائریکٹر جناب محترم سہیل عمر کے لیے، کہ جس نے ہمارے ملکوں میں انجمن اقبال شناسی، اردو شناسی اور فارسی شناسی کی تشکیل کے لیے کمر باندھی ہے اور اس شعبے میں علمی اور ثقافتی پروگراموں سے استفادہ کرتا ہے۔

اے دوستو خوشخبری کہ دوست ہماری مدد کرتا ہے
اردو شناسی کے مرکز کا از سرِ نو احیا کرتا ہے
کافی عرصے سے اس کے کام کرنے والے بکھر ہوئے تھے
وہ ہر ایک کو نئے سرے اکٹھا کرتا ہے
اقبال خوانی کی محفل کام کے سلسلے میں تشنہ کام تھی
وہ محفل کو دوبارہ دلوں کی طبع سے ہم آہنگ کرتا ہے
پاکستان کا اخلاق ہمارے لیے بہترین دوست اور مددگار ہے
وہ دوستی کے لیے بہت عظیم کام کرتا ہے

اس کے نزدیک کی بہت ضرورت ہے
اسی راستے میں سہیل ہماری مدد کرتا ہے
انہوں نے شاعری سے مخلص لوگوں کی موجودگی میں ایک محفل سجائی
وہ اہل ہنر کے چہرے کو دیکھتا ہے
شعرِ دری کے سبک پر میں نے بہت سی دھنیں بنائی ہیں
وہ اہل دل کی کیسٹ میں ہر شعر کر سموتا ہے
انشاء اللہ اب تک ساڑھے چار سو دھنیں ہیں
وہ ہر ایک کو ریکارڈ کرنے کے اسباب پیدا کرتا ہے
میں اس کے بعد اردو نغموں کی آہنگ بندی کروں گا
میں پھر دیکھوں گا کہ جناب کیا جھگڑا کرتے ہیں(مذاق)
تمام اشعار چھپنے کے لیے تیار ہیں
کمپیوٹر کا شکریہ کہ جو کام کو انجام تک پہنچاتا ہے
یہ سہیل بلند ہمت لوگوں کے ملک کا پیغمبر ہے
وہ اس کی نشر و اشاعت کا کام کرتا ہے
وہ دوستی کے پودے کو پھر سے بزرگوں کی روش کے مطابق
ہم فکری کی فضا میں پروان چڑھاتا ہے
وہ وقت کے دھارے میں قصرِ دوستی کی اینٹ چن کر
صلح و امن کی آبرو کو کہکشاں تک بلند کرتا ہے
دنیا کی صلح و آشتی کے راستے میں ثقافت و اتحاد کے لیے

وہ سہیل ایک جدوجہد کل کے نام کرتا ہے
وہ ایک نیک نام انسان کی طرح ہماری حاجت برآری کرتا ہے
خدا کے فضل سے وہ دوبارہ نیکی کرتا ہے
جب میں نے دوسری اشاعت کو پڑھا تو نو سو غلطیاں نکالیں
دوست لاہور سے ہمارے عیب پر بہت افسوس کرتا ہے
غلطیوں سے بھری ہوئی ڈسک سہیل کے ہاتھ لگی ہے
جس کسی نے یہ کام کیا وہ غلط سلوک کرتا ہے
میں دس سال تک اقبال کی شاعری کو پڑھا ہے
میں نے شاعری کو پڑھا ، شاعر دنیا کا کام کرتا ہے
خدا اور رسولؐ کے نزدیک بھی آشکار ہے
جو دنیا کی بھلائی کے لیے عظیم کوشش کرتا ہے
سہیل پر آفرین ہے کہ وہ اقبال کی راہ میں
اپنی عمر کو بے محابا صرف کرتا ہے
صاحب فراست استاد سہیل کی تعریف ستایش
جو پاکستان کی محبت کو دلوں میں
کیا ہی اچھے طریقے سے جاگزین کرتا ہے
اے سہیل تو بحر و بر کے عروج میں ہوشیار رہ
کیونکہ جہاں کوئی سمندر ہے وہاں موج بھی بلند کرتا ہے

اے اہل دل عزیز تو سر بلند اور زندہ رہے
تو وہ ای تیری تعریف میں تاریخ لکھتا ہے۔

بہ استادِ زبان واد بیات وتاریخ فارسی، مدیر خاورستانِ لاہور

پروفیسر آفتاب اصغر

اے آفتاب تو میری مراد کے لیے صواب کی مانند آیا ہے
تو ہمارے سراغ میں جوش و جذبے سے آیا ہے
کہ تو دوستی کے لیے تمام عمر جلتا ہے
تو تباہ حال دلوں کو جوڑنے کے لیے آیا ہے
میں محبت کے دروازے سے نُقل و کباب کا استقبال کرتا ہوں
تو جو محبت کے ساتھ ہاتھ میں شہد اور شربت کے ساتھ آیا ہے
تاجکستان نے تیرے قدموں میں دل کا دروازہ بچھایا ہے
کیا ہی اچھا ہے کہ تو دلوں کے دروازے پر خطاب کرنے کے لیے آیا ہے
تاجکستان کا دسواں جشن آزادی آ گیا
تو دوستوں کو مبارکباد دینے کے دوڑتا ہوا آیا ہے
یہ خدا داد سر زمین ہے پاک پانی کے کنارے
کتنا اچھا نصیب ہے کہ تو شربت پینے کے لیے آیا ہے
تو کیا جانتا ہے کہ میں تیرے حسنِ سخن کا دلدادہ ہوں
تو ایک گاہک کی مانند رباب کا ساز لینے کے لیے آیا ہے

اے کہ تیرے نام میرے دل کا سرود کافی لکھا جا چکا
تو میرے تمام آہنگوں کے حساب کے لیے آیا ہے
تو وہ ای خوش ہے اور تیرے چہرے کے کباب کا دیوانہ ہے
میں تیرے لیے گزک ہو اگر تو خالص شراب کے ساتھ آیا ہے

☆

مندریجہ

۱۔ پیش گفتار ..... صفحۂ ۳
۲۔ گل تازہ در باغ دوستی ..... صفحۂ ۴
۳۔ بہ جای سر سخن ..... صفحۂ ۵
۴۔ شرح حال ..... صفحۂ ۶
۵۔ درودِ تاجیکستان بہ پاکستان ..... صفحۂ ۷

نور مہر افروز

۶۔ رجوع ..... صفحۂ ۸
۷۔ آغاز ..... صفحۂ ۱۰
۸۔ گہوارہ بندان ..... صفحۂ ۱۲
۹۔ سوی سرگیران ..... صفحہ ۱۴
۱۰۔ رسم ختنہ سور ..... صفحۂ ۱۵
۱۱۔ تحصیلات ..... صفحۂ ۱۶
۱۲۔ کارہای علمیٔ داکتار جاوید ..... صفحۂ ۲۵
۱۳۔ عروسی ..... صفحۂ ۳۲
۱۴۔ ناصرہ ..... صفحۂ ۳۴
۱۵۔ وارث علاّمہ ..... صفحۂ ۳۶
۱۶۔ سلسلہ ..... صفحۂ ۵۷
۱۷۔ بہ استاد آفتابِ اصغر ..... صفحۂ ۶۲

محرّر: مخفیرت بابا یوا

بـه چاپـش ۲۰۰۲، ۱۰، ۲۰ سال امزا شد . اندازهٔ ۸۴/۶۰ . ۱۶/۱ . کـاغذ روزنامهٔ . جز چاپیٔ شرطی ۳۵، ۳، سفارش ۱۸۳. عدد نشر ۱۰۰۰

. . . . . .

کـارخـانهٔ واحـد " سـنـدواره" شهـر دوشـنبه، کوچه ناصر خسرو . ۶، وزارت فرهنگ جمهورئی تاجیکستان.

ب ب ك . تاجیك ، ۷. ۵ .

ت . ۹۲

محرّر : مراد خاجه یف

محرّر خَطِ فارسی: نواز احمد

حروفچین : قاسم شهزاد

رسّام: عظیم جان محمدی یف

مـجـمـوعـه را مـنـظـومـه و اشـعار مرتب ساخته اند، که آنها در باب روز گار و فـعـالیت یك گروه مردان برومند جمهورئی اسلامیٔ پاکستان و روابط دوستی و فرهنگیٔ اهـل علم و ادب به قلم آمده اند . مـؤلف در تـألیفاتش کوشیده است ، که تا اندازه ای سیمای این ابر مردان عالم دانش و سیاست را روشن تر در نظر علاقه مندان آنها به جلوه بیاورد. امیدواریم ، که به خوانندگان گرامی پسند آید.

ب ب ك . تاجیك ۷ . ۵

(س) سیف الدین اکرمزادهٔ توده ای ، ۲۰۰۲

به استاد زبان و ادبیات فارسی
مدیر خاورستان لاهور
پروفسّار آفتاب اصغر

آفتابا، به مرادم چو صواب آمده ای،
به سراغی درِ ما با تب و تاب آمده ای.
دوستی را که تو عمری ز پَیَش میسوزی،
پی پیوستنِ دلهای خراب آمده ای.
پیشوازت ببرم نُقْل و کباب از در مهر،
تو، که با مهر بکف شهد و شراب آمده ای.
همه مقصود تو همکارئی اهل بشر است،
پی این نکته تو چون حرف کتاب آمده ای.
تاجیکستان بکُشاده در دل در قدمت،
ای خوشا، بر درِ دل ها به خطاب آمده ای.
جشن آزادئی تاجیك به ده سال رسید،
بهر تبریكِ عزیزان به شتاب آمده ای.
این خداداد زمین است سرِ آب زلال،
چه نصیبی پی نوش شکراب آمده ای.
تو چه دانی که منم والهٔ حسن سخنت،
همچو یك مشترئی سازِ رُباب آمده ای.
ای بس انشاست بنام تو سرود دل من،
همه آهنگ من از بهر حساب آمده ای.
توده ای سرخوش و مستانه کباب رخ توست،
گز کم بهر تو، گر با می ناب آمده ای.

☆☆☆

این سهیل باشد رسول ملك عالیهمتان،
تجهیزات طبع و نشر شرا مُهَیّا میکند.
هر نهال دوستی را باز با رسمِ نیا،
در فضای همّرامی سر به بالا میکند.
خشت قصر دوستی را چیده در راه زمان،
آبروی صلح بالا تا ثریا میکند.
در پی فرهنگ و وحدت در رهِ صلح جهان،
آن سهیل جهدی بنام روز فردا میکند.
حاجت ما او برارد همچو مرد نیکنام،
نیکی او را باز لطف حق تعالیٰ میکند.
چون بخواندم نشر دوّم یافتم نهصد غلط،
دوست صد حیفا ز لاهور عیب بر ما میکند.
دیسکت پر از غلط رفتست بر دست سهیل،
هر که کرد این کار را رفتار ناجا میکند☆.
خوانده ام در طول دهها سال از اقبال شعر،
درك کردم شعر شاعر کارِ دنیا میکند.
آشکارا هست نزدِهم خدا وُ هم رسول،
هر که بهر صلح دنیا سعیِ والا میکند.
بر سهیل احسن که او در راه اقبال بشر،
صَرْفْ عمر خویشتن را بی محابا میکند.
بر سهیل استادِ دانا، ای سنای هِمَّتش،
مهر پاکستان خوشا در سینه ها جا میکند.
ای سهیل اندر عروج بحر و بر هشیار باش،
زآنکه هر جا هست بحری موج بالا میکند.
سر بلند و زنده باشی ای عزیز اهل دل،
توده ای از وصفتان تأریخ انشا میکند.

☆ مؤلف نشر دوم پر غلط کیریلی کلیات فارسی محمد اقبال را در نظر دارد.

☆☆☆

به رئیس اکادمی اقبال پاکستان محترم

جناب محمد سهیل عمر که بهر تشکیل و تحکیم انجمن اقبال شناسی و اردو شناسی در کشورهایمان کمر همت بسته ، در این بخش از برنامه های علمی و فرهنگی سود مندی کار میگیرد.

مژده ، ای یاران که یاری دوست بر ما میکند!
مرکز اردو شناسی از نو احیا میکند!
کارمندانش پریشان بوده بس در طول وقت،
هر یکی را باز از نو جمع و بر جا میکند .
محفل اقبال خوانی تشنه کام کار بود،
کار محفل را دوباره طبع دل ها میکند!
بهترین یار است و یاور خلق پاکستان به ما،
در پی هم رأئی او بس کار والا میکند .
حاجت بسیار دارد در حسابش زندگی،
بین سهیل اندر همین ره کُمَکِ ما میکند.
در حضور مخلصان شعرْ محفل ساختند،
چهرهٔ اهل هنر را او تماشا میکند .
بسته ام آهنگ بس بر شیوه شعر دری،
در نوار اهل دل هر شعر را جا میکند.
چار صد و پنجاه آهنگ است انشاء تاکنون،
بهر ثبت هر یکی اسباب پیدا میکند .
بعد از این سروده ها ز اُردو به آهنگ آورم،
باز میبینم، به ما آقا چه دعوا میکند؟!
کلِّ اشعار است حاضر ، تا رسد بر دست چاپ،
شکرِ کمپوتر دوام کار اجرا میکند .

به مناسبت تشریف آوردن
رئیسِ اکادمیِ اقبال پاکستان
جناب محمد سهیل عُمَرْ به حصار
شادمانِ تاجیکستان

"مهمان"

بر حصار شادمان امروز مهمان آمدست،
در رهِ پیمان به دستور عزیزان آمدست.
چهره اش بالیده و انگارهٔ وحدت به دل،
از کراچی و ز لاهور و ز ملتان آمدست.
حسن خوب شهرت اسلام آباد شریف،
مهمان قدردان از شهر خوبان آمدست.
با خود آوردست اسرار خودی را بهر دوست،
با رموز بی خودی او چهره خندان آمدست.
آشنائی تا دهد ما را به اقبال بزرگ،
در بغل صدها غزل از نام ایشان آمدست.
تا دو کشور در فضای دوستی یابند راه،
از پی امید با جهد فراوان آمدست.
فیلمها برداشته از باب فرهنگ دیار،
نزد ما او بهر منظور بزرگان آمدست.
محفل اقبال هست از یُمْنِ او فرخنده رو،
هر مواد انتشارش همچو درمان آمدست.
کیست، آخر نام این مهمان عالی شان ما؟!،
آن محمد ،هم سهیل و هم عمرجان آمدست.
توده ای بالیده گوید خیره مقدم ای عزیز!،
گرمیِ دیدار تو چون گلخن جان آمدست.

☆☆☆

"اُمید دیدار"

چند گاهیست امید رخ یاری دارم،
با هوسهای عجبا، لیل و نهاری دارم.
هر گهی نام سهیل عمر آرم به زبان،
زین چمن زار ذکا تازه بهاری دارم.
تا نفس هست، تلاشم ز پی خدمت اوست،
چون ز فیض کرمش حسن براری دارم.
باز خواهم که دگر باره بدیدار رسم،
بسکه از صحبت او چشم خماری دارم.
هیچ شرقی نکُند بی نمکی در ره دوست،
تا قیامت به دل این تازه شعاری دارم.
ز می شاعر علامه منم مست خودی،
توده ای با "خودی" و "خود" سروکاری دارم.

☆☆☆

"مرهم جان"

آن دوست، که پیغام ز لاهور فرستاد،
گویا بدل و دیدهٔ من نور فرستاد.
هر یك سخنش تاب و توان است بجانم،
این مرهم جانرا ز ره دور فرستاد.
از امجد و جاوید، بلال، اهل بصیرت،
نوشین سخن او بر دل رنجور فرستاد.
از نامهٔ او بوی عزیزان بشمیدم،
پالوده همه حرف ز کافور فرستاد.
بر توده ائی دلشده آن دوست ز پنجاب،
با زمزمهٔ جوش طرب سور فرستاد.

☆☆☆

سلسله
﴿غزلها﴾

به استاد عزیز
محمدسهیل عمر بخشیده شده است.

"نغمهٔ تار"

ای سهیل ، از هجر تو تیمار میماند به دل،
سینه ام را حسرت دیدار میماند به دل.
نغمه ها با نام تو از ساز تارم میدمد،
در سراغت نغمه های تار میماند به دل .
راه دوری میکند ما را در ایوان فضا،
هر دم از این راز ها آزار میماند به دل.
چار صد و پنجاه باشد ساز های بسته ام،
رنگ هر آهنگ چون گلزار میماند به دل .
محنتم را رهنما بودی نگر بر حاصلش،
ورنه از آن محنت بسیار میماند به دل .
ثبت شعر از دفتر اقبال ما را شد نصیب،
کز فضایش شادئی بسیار میماند به دل.
گر نخیزد شباد روح شاعر مشرق زمین،
تا قیامت آرمان چون خار میماند به دل .
توده ای در راهِ تو با دیدهٔ چار انتظار،
تا بروز وصل چشمش چار میماند به دل .

☆☆☆

بود آن شب سرور تالاریان،
شاعرِ آزاد پنجابی زبان .
با نزاکت او ز ما پرسان بشد،
بر سؤالش پاسخی جویان بشد .
با زبان اردوئی دادم جواب،
هر جوابِ پُرسشش آمد با صواب .
از سورد تاجیکی خواندم سپس،
حاضرین را طبع خوش گردید و بس .
قرسكِ تالاریان شد بر فضا،
موجِ آن میرفت تا اوج سما .
دستِ ما طارق صمیمانه فشرد،
تحفه وُ گلدسته هایش را سپرد .
او کتاب شعر های خویش را،
همچو برگ سبز داد از بهر ما .
در همین جا قصه کوته میکنیم،
صبح آمد عزم بر ره میکنیم.
سیف الدین توده ای این داستان،
یادگاری ماند در راهِ زمان .

☆☆☆

بود او چون طوطئ شیرین سخن،
داشت بلکه لحن بلبل در دهن.
شاعر خوشگوی پنجابی کلام،
شهد میبارید از لفظش مدام.
در بیانش پند و حکمت بی شمار،
میدهد بر ما چو دُرّ شاهوار.
چون سهیل او را به ما کرد آشنا،
گفت بر او صورتِ احوالِ ما.
کرد طارق آن زمان بر ما نگاه،
هر نگاهش داشت نور صبحگاه.
حاضرین را فرصتی خاموش کرد،
شعر و آهنگ مرا او گوش کرد.
مرد دانشمند طارقْ آن زمان،
دید در گفتار ما حسنِ بیان.
همزمان بر کف گرفت او خامه را،
زد رقم بانام ما برنامه را.
نقش کاری درمیان انداخت او،
روز خوانش را مُعَیَّنْ ساخت او.
بعدِ اینْ آنروز رفتیم از برش،
ترك بنمودیم اووُ دفترش.
روزِ ثبتش بامرامِ خوش سهیل،
برد مارا سوی آن دفتر به میل.
واردِ تالارِ الحمرا نمود،
کاندر آن طارق عزیزِ شو بود.
نوبت ما بهر خوانش چون رسید،
حاضرین را بود گویا روزِ عید.
با لباس ملّئ زیبای خویش،
زیب بخشیدیم محفل را ز پیش.
بر گرفتندْ اهل مجلس پیشواز،
با ندا وُ قرسكِ دُور و دراز.

ما بدیدیم آن تَبَرُّکات را،
بس نشانِ سَیِّدِ سادات را.
باغ حیوانات را دیدیم پس☆،
حسن سوز و پارك را با صد هوس.
باغ شالامار را دیدیم ما،
از درختان میوه ها چیدیم ما.
هر طرف فواره های بی حساب،
بین چندین حوض مالا مال آب.
هر طرف در استراحت آدمان،
غرق صحبت، با طبیعت کامران.
جوره - جوره هر جوان نازنین،
در برش یك دلبر ناز آفرین.
همچو طاؤسند یارانْ خوش خرام،
زیر نخل سایه ریزی شادکام.
بر نشسته صحبت آرائی کنند،
دلربائی و دلارائی کنند.
خند - خندان همچو گلهای سحر،
مست و مفتون از نگاه همدیگر.
گه سخن از مهر و از یاری زنند،
حرفها از عشق و دلداری زنند.
از سهیل اُستاد در صبح دیگر،
چون نسیم آورد بر ما خوش خبر.
"دوستان فردا به مهمانی رویم،
بر حضور همدم جانی رویم"
شاد گردیدیم ز ین پیغام دوست،
پیش بگرفتیم ره با نام دوست.
برد ما را نزد طارقِ عزیز،
نسخهٔ برنامه ها را طرح ریز.

☆ باغ حیوانات را در پاکستان بزبان اردو چڑیان گھر میگویند که معنایش به تاجیکی خانه گنجشکان میشود.

☆☆☆

باز گویم نکته از کار سهیل،
نُکتهٔ دیگر زِ کردار سهیل.
بس هنر از بهر او دادست دست،
عکسبرداری یکی شغل وی است.
دستگاهِ خاص عکّاسی و را،
در برش آماده باشد دائما.
هر کجائی داشت او با ما قرار،
عکسِ ما برداشت بهر یادگار.
هدیه کرد او نیز عکس بی حساب،
از منارو کوشکهای نقره تاب.
عکس از تأریخ ماضی و نوین،
عالم رنگین پاکستان زمین.
اینچنین با شیوهٔ فرمان او،
جملگی آن یاور و یاران او.
طارقِ اقبال و اِرشاد المُجیب،
قیصر محمودُ سیّدِ حبیب.
آن مَلِكْ با با نظیرِ مهربان،
واحدْ اَختَرْ عشرتِ نیکوبیان.
هم نظیرِ چابُكِ ما شینسوار،
زادهٔ کشمیرِ بس آوازه دار.
هر یکی بودند ما را رهنما،
با دل آگنده از جوش صفا.

☆☆☆

بود آغاز زیارت از مزار،
مرقد آن شاعر آوازه دار.
شباعر فرزانهٔ کیهان شناس،
کز زمین گیرد فلکها را قیاس.
بعد با سمت سفر راهی شدیم،
واردِ آن مسجد شاهی شدیم.

ثروتش بود و ولی طفلی نداشت.
چند سالی در غم فرزند بود،
روی این موضوع فکرش بند بود.
کودکانِ او تلف می یافتند،
والدان تدبیر این میکافتند.
وقت همکارئی ما اقبال تافت،
طفلْ آخر از پی اقبال یافت.
دختری آمد به دنیا نازنین،
سرفراز او بود ازین بخت برین.
با هزاران آرزو، شُکرِ زیاد،
نام بر دختر چه اش "ماهم" نهاد.
یا اِلا ها خوش قدم گردان ورا،
بخت بهر والدینش کن عطا!
از دل و جانِ بهر این همنامها،
با دو دستِ التجا گویم دعا.
"تا که باشد عمرشان، پروردگار،
این دو تن را در پناهِ خود بدار!.."

☆☆☆

دیگری از دوستانش اصغر است،
فارسی دان، حرفهایش شکّر است.
عالِمْ است او عالِمِ برجسته است،
در حسابِ عالِمان گلدسته است.
شاه اثرها او بسی آفُرده است،
بوستان علمم رنگین کرده است.
آن سهیل او را به ما کرد آشنا،
تا که او اُردو بیاموزد به ما.
ما دو مه اُردو از او آموختیم،
دانشِ افزون از او اندوختیم.
عاقبت او رهبر کارم بشد،
در نوشت کارها یارم بشد...

خوانده ام هر یك به آوا بهر دوست،
چار صد و پنجاه آهنگم از اوست.
بَیْنِ آنها هست هم از "شش مقام"،
هم مقام از شیوهٔ ایجاد عام.
باقی اش هم ثبت گردد، که نکوست،
عُمْرْ اگر دارد وفا بر ما وُ دوست.
لِیكْ از این چار صد و پنجاه و هشت،
ثبت تنها یك صد و بیستش بگشت.
جمله در مجموعه آمد با نظام،
دیگرش باشد ز بنده وَالسَّلام.

☆☆☆

دارد آن اُستاد همراه دیگر،
دوستی بر هر کدامی تاج سر.
او سُهَیْلِ صدّیقی باشد به نام،
ثبت آواز است شغلش صبح وشام.
چونکه کسب او همیشه این بُوَدْ،
پخته و خامش زِ ریشه این بود.
هر دو همنبامند با یاد خدا،
هر دو همکارند در راهِ رضا.
رادیوئی، ویدِیوئی با کمال،
ثبتِ آواز است از او بی مثال.
او کلامِ شاعرِ اِنسان پرست،
شاعری شعرش به هر یك دل نشست.
شاعرِ آزادهٔ شرق زمین،
شاعری که گیتی یش گفت: "آفرین!"
ثبتِ کُلْ کردست با رنگ هنر،
ثبت با لحن گوارا چون شکر...
بخت صدّیقی پُر است از حرف راز،
از نیازِ بی حَدْ، از سوز و گداز.
زندگی بس رنج بر نامش گماشت،

دیده مهمانها از او اِکرامها.
او برادر خانم استاد بود،
همچو اُستاد او زِ اَهلِ راد بود.
از کراچی بود مهمان آن زمان،
شوکت عابد، یکی بس نکته دان.
کم سخن، دانش پرست و مهربان،
شاعر بِشْناختهٔ اُردو زبان.
احمدِ جاوید هم بود مهمان،
مخلص حرف من و صوتم ز جان.
وقتِ رابِشْ هم نوا خوانیٔ ما،
گوش و هوش او بود ز آهنگ ادا.
او برای "مثنویِ معنوی"
دفتری قرآن بُوَدْ در پهلوی.
شرح بنوشتست با طبع روان،
جزءْ جزءْ آورده در سلك بیان.
یافته تحریر از او شرح دیگر،
هست از اقبال حرفش سر بسر.

☆☆☆

صحبت در گیر میرفت از سخن،
از سخن پرنور تر شد انجمن.
جمع گردیدند در اطراف ما،
از جوانان کلِّ خویش و اقربا.
جملگی فیض از سخن برداشتند،
از محبَّت قلبها انباشتند.
نصف شب گفتیم: "ای مردان شاد،
خیر باد و خیر باد و خیر باد!..."
صورت محفل به یادم تا سحر،
با سحر اندیشه آوردم خبر.
بهترین کاری سهیل آن سال کرد،
ثبت شعر حضرت اقبال کرد.

هر که مهمانت شود از خاص و عام،
پیش او میباید آوردن طعام.
ز آنچه داری اندك و بیش ای پسر،
برد باید پیش رویش ای پسر.
ای برادر مهمانرا نیك دار،
هست مهمان از عطای کردگار.
هر که مهمانرا گرامی میکند،
کوششی بر نیکنامی میکند.
هر که مهمانرا بروی تازه دید،
از خدا الطاف بی اندازه.
هست مهمان از عطاهای کریم،
هر که زر و پنهان شود باشد لعیم.
هر که را شد طَبْعْ از مهمان ملول،
از وی آزرده خدا وُ هم رسول.
نان بده برجایعان بهر خدای،
تا دهندت در بهشتِ عدن جای.
گر براری حاجت محتاج را،
بر سرِ اقبال یابی تاج را.. ☆☆.
ز آدمیت ها که صحبت داشتیم،
از شرابِ وصل راحت داشتیم.
گاه میگفتیم از رومی کلام،
گه ز حافظ و گه از جامی پیام.
گاه ز ان علّامهٔ مشرق زمین،
بود ما را صحبتی چون انگبین.
بعدِ هفته دعوت آمد از بلال،
صحبتِ ما یافت ازاو بس جلال.
چون مَلَكْ پُرْنور بود او را جبین،
یك دمی ننشسته در روی زمین.
بود دُوْرِ محفلْ او در رَفْت و آ،

☆☆ "چهار کتاب" قسمت "پندنامهٔ" عطار، نشریات "ادیب" دوشنبه ۱۹۰۰، صفحهٔ ۶۵. ۶۶:

با محبّت جمله خویشان آمدند،
پیر و برنا از دل و جان آمدند.
از رخ و از دیده ها باریده نور،
آمدندی نزدِ ما از راه دور.
هر یکی شعر و غزلخوانی نمود،
قلب ما را کرد پر نور از درود.
آن یکی امجد که بود آواز خوان،
اردوئی میخواند او از مغز جان.
در لذیذی بود لحنش انگبین،
صوتِ رنگینش به دلها بود قرین.
تاجیکی و فارسی خواند از کتاب،
بس سخن آورد او چون انتخاب.
و ان دیگر بود صاحب منزلْ ظهیر،
خاك سارو مهربانْ روشن ضمیر.
هم ریاض احمد که بود از دادگاه،
در عدالت دائما پشت و پناه.
تاجیکی دان و فروتن خوش سخن،
با کلام آراسته هر انجمن.
آفتاب آن دیگری در گفتگو،
کم سخن اما به سیرت نیك رو.
هم سهیل و امجد و هم آفتاب،
هر سه همزُلْفَنْدْ☆ هم یاران باب.
محفلِ ما گرم بود تا نیم شب،
سینه ها بودند لبریز طَرَب.
شیخْ عَطّار آندم از قرن کهن،
گوئی آوا داشت ما را با سخن:
"مهمانرا ای پسر اعزاز کن،
گر بُوَدْ کافر، به او در باز کن.

☆همزلف . باجه ، یعنی سهیل ، امجد و آفتاب باجهٔ همدیگرند : این سه تن مردان شوهران سه همشیره اند:

سی و شش سال است هستم آشنا،
با کلام شاعرِ شیرین نوا.
شعر او را دوست دارم همچو جان،
معنی اش در سینه ام باشد نهان.
شعرِ اقبال است اندر مغزِ من،
هست دائم چون غذای نغز من.
دعوت او را پذیرفتم به جان،
مژده دادم از سفر هم همزمان.
ماه مرت آخر به لاهور آمدیم،
دیده ها از شوق پر نور آمدیم.
در کراچی بس به خوشحالی ظفر،
سوی لاهور کرد ما را ره سپر.
پیشوا از ما بر آمد سرفراز،
آن سهیلْ اُستاد با آغوشِ باز.
همرهش بودند اهل خاندان،
همسرش هم دختر او آمنه جان.
بود ابراهیم دل لبریز میل،
کو پسر باشد یگانه بر سهیل.
بود آنجا نیز مریم دخترش،
همچو مامِ آن مسیح اندر برش.
از صلاح الدّینِ اقبالِ میان،
بوده بهر زیستن ما را مکان.
او نُواسه هست ز اِقبالِ زمان،
بود او از بهر ما چون میزبان.
سه مَهی بودیم آنجا مهمان،
بود اعزاز فزون از دوستان.
آن محمد آن سهیل استادِ ما،
آن حکیم نکته دان و رادِ ما.
خواند ما را با خوشی بر خانه اش،
اقربا شد جمع در کاشانه اش.

در مراکش بود و افغان زمین.
بر سعودئی عرب، هم تُرکیا،
رفته است او با درود پُر ضیا.
هر کجا زِ اقبالْ میگفت او سخن،
هر کجا زِ اقبالْ آراست انجمن.
هر کجائی بود با نام ز مان،
حرفِ صلح و دوستی کرد او بیان.
خوش بیانی کرد مانندِ هزار،
از سخن می یافت دنیای برار.
او ز اقبال و ز رومی وضع گفت،
دُرِّ معنی بهر هر سامع سفت.

☆☆☆

در بیان آرم فضای محفلی،
روشن از بزمش نهادِ صد دلی.
روی آن محفل چونی بنواختند،
کز نوایش سینه ها بگداختند.
پیش چشمانِ سهیلْ آمد عیان،
مثنویِ پیر رومی همزمان:
"بشنو از نی چون حکایت میکند،
و از جدائی ها شکایت میکند..."
چون شنید او را پسند آمد چنان،
خواست ثبت نسخه اش را آن زمان.
پس بی آورد او به لاهور ثبتِ آن،
شاد ازین بودند اهل دوستان.
دو هزارم سال آمد با پیام،
سمتِ کارش بود در راهِ مرام.
با ندا ما را به لاهور خواند او،
هم ز همکاری سخن میراند او.
نسبتِ اقبال پیش آمد سخن،
ای که گفتم: "والله اش هستی چو من.

هر که را بخشد غذای معنوی،
با پیام و با درود از مولوی.

☆☆☆

"در خصوصِ حکمتِ اقبال" هم،
او کتاب دیگری را زَدْ رَقَمْ.
او به اردو این کتابش را نوشت،
حکمت دنیا ز مضمونش سرشت.
میرسد روزی و میآید زمان،
کآن شود ترجُمه با چندین زبان.
باز در حکمت یك آثار جدید،
با زبانِ انگلیسی آفرید.
لیك اینجا طرز مضمون دیگر است،
سوز و داغِ قلبِ پر خون دیگر است.
آن نظر باشد به شعرِ سُنَّتی،
با همه فرخندگی و قیمَّتی.
کآن بود در نُکتهٔ اقبالِ شرقْ،
کز شعارش جسته هر جا نور برق.
گشته آن تحقیق، روشن چون عَلَمْ،
از ذکا، از حرفِ گویای قلم.
در تصوُّف نیز او با داغ و درد،
بس مقالات زیاد ایجاد کرد.
فیلسوف و علم و عرفاندوست هست،
گوئی او با علم در یك پوست هست.
کرده او شرکت به صدها انجمن،
درد مشرق گفته با لطف سخن.
امریکا وُ انگلستان رفته است،
بر فرانسه هم به جرمان رفته است.
بارها با بودست دراسپانیا،
هم به بلژیك، هم به شِویساریا.
تاجیکستان رفته وُ ایران زمین،

پیـــــش میبـــرد او بـــــه دستـــور ذکـــــا.
قـــرن بیستـــم از نَـــوَدْ بـــود ســـال هـــفـــت،
بـــاز او یك زیـــنـــه بـــالاتـــر بَـــرَفْـــتْ.
در اکـــادمـــیْ فـــنِ اقبـــالْ او،
گشـــت ســـرور از مـــقـــامِ آبـــرو.
او ز پشـــت کـــارهـــا چـــالاك بـــود،
مـــحـــنـــتـــی و زحـــمـــتـــی و پـــاك بـــود.
هـــم مـــجلّات و مـــقـــالات و کتـــاب،
زیـــر تـــحـــریـــرش هـــمـــی شد انتـــخـــاب.
بـــود تـــحـــریـــرات او بـــا ســـه لســـان،
انـــگـــلیســـی، فـــارســـی، تـــازی زبـــان.
چـــاپ کـــرد او تـــا کـــنـــون چـــنـــدیـــن کتـــاب،
نشـــر بـــنـــمـــود او مـــقـــالـــه بـــی حســـاب.

☆☆☆

بـــعـــدِ ســـال نـــوزده و هـــفـــتـــاد و هـــفـــت،
ایـــن اداره کـــرد خـــیـــلـــی پیشـــرفـــت.
تـــازه گـــی هـــا، تـــازه کـــاری هـــا رسید،
بـــهـــر هـــر یك کـــارْ یـــاری هـــا رسـید.
کـــارمـــنـــدانْ کـــمپـــوتـــر صـــاحـــب شـــدنـــد،
از حـــقـــیـــقـــت صـــاحـــبِ واجـــب شـــدنـــد.
هـــر نـــمـــایـــش از کـــتـــابـــی، خـــوب شـــد،
در زمـــانْ هـــر عـــالِـــمـــی مـــحـــبـــوب شـــد.
رفـــتِ هـــر یك کـــار بـــود اقـــدامـــگـــیـــر،
در هـــمـــه ســـطـــحِ ادارات کـــبـــیـــر.
"هـــر چـــه گـــویـــد، دیـــده گـــویـــد" نشـــر گشـــت،
هـــدیـــه بـــر مـــا، تـــا بَـــروزِ حشـــرْ گشـــت.
ایـــن کتـــابْ او بـــا درَی تـــألیف کـــرد،
حـــکـــمـــت اقبـــال را تـــوصیف کـــرد.
آن هـــمـــه شـــعـــر حـــکـــیـــم اقبـــال هســـت،
صـــورتـــی بـــر هـــر کَـــسْ از احـــوال هســـت.

داشت اندر لاهور آوازه دار،
مکتب و تعلیمگاهِ او قرار.
هم زبان و هم اَدَبْ آموخت او،
انگلیسی وُ عرب آموخت او...
سال بود نوزده صدو هفتاد و نه.
مکتبش شد ختم با شأن و شکوه..
رفت بر اسلام آباد او پگاه،
از خداوند کریم امداد خواه.
امتحان بِنْپُرْده و شد کامیاب،
علم را تحصیل کرد از هر کتاب.
صاحب دیپلام از دانشکده،
از پی اقبال شد در این صده.
ختمْ دانشگاه را چون او نمود،
سالْ نوزده صد نَوَدْ از وقت بود.
هشت سالی او بدین ذوق تمام،
دانشش را داد با زَحْمَتْ دوام...

☆☆☆

عصر بیستم از نَوَدْ بود سالِ هشت،
او به علم فلسفه پیروز گشت.
در تصوف شد به عرفان کامیاب،
کرد در اسلامْ کارِ بی حساب.
یافت از تأریخِ آن علمش جواب،
ساخت روشن حرف آن چون آفتاب.
پیش برد او بخش علمش بند بند،
گشت بین عالمان او سربلند.
سال بود نوزده صد و هشتاد و چار،
در وظیفه بود فردِ کامگار.
گشت او نائب به رهبر انتخاب،
در همان سی سالگی عین شباب.
نائبی را چار ده سال رَسا،

"میشود فرزند اکنون ختنه سور".
جمع کرد او میوه جات و شیره وار،
پسته و مغز و مویز از هر دیار.
گاوِ بانی کرده اش را سَرْزَدْ او،
پس ندای توی بر هر در زد او.
آن یکی آواز خوانی مینمود،
دیگری میگفت تبریك و درود.
اهل حاضرْ رقص و بازی داشتند،
بُزْکشانَشْ اسپتازی داشتند.
گوشتین از یك طرف برپا بشد،
هر بهادر معرکه آرا بشد.
سور بشد و جملگی شد شاد روح،
سورِ رنگین سور پر فیض و فتوح.
خوانده شد آیت ز قرآن مجید،
در حقِ آن روز نیكْ آن روزِ عید.
اُستا با تیغش پس ان بی قیل و قال،
ختنه کرد و دستِ کودك شد حلال.
شاد گشتندی تمامِ دوستان،
شاد بودندی تمام مهمان.
بعدِ چندی خیست از بستر سهیل،
بهر بازی شد برون از در سهیل...

☆☆☆

مادرِ پُرْ مهرْ - عَمَّتُ الرَّشید،
با مُحبَّت بچه اش میپرورید.
یافت او آخر کمالات از زمان،
بهر دانش سوی مکتب شد روان.
بهرِ علمْ و فن مُحبَّت داشت او،
از دل و از جان صداقت داشت او.
در پی تحصیل میکوشید او،
راهِ دانش را همیجوئید او.

در همه شیب و فرازِ روزگار .
گاه خوابْ او گاه گریانچَكْ بِشد،
سایه گیرك خندهٔ خندانك بشد .
با همین منوال میشد او کلان،
شاد کامی بود ازو در خاندان.

☆☆☆

روزها بگذشت و مویش شد دراز،
والدینش شاد از ین بودند باز .
با همه خویشان نموده گفتگو،
گوسفندی ذبح شد از بهر او .
موسفیدانِ محل دعوت شدند،
با همه نعمت همه عِزّت شدند.
خوانده شد آیت ز قرآن مجید،
در همان روز مبارك روز عید .
سَهْلْ بابا موی او مقراض زد،
بوسه پس از روی او با ناز زد.
موی سرگیران شد آن ساعت سهیل،
شادمان بودند از اینْ اهل خیل.
شد بزرگ و گشت روزی دودوان،
روی حولی نزد اهل خاندان.
شد بزرگ و نغمهٔ مرغان شنید،
هم صدای گونه گون حیوان شنید.
فرق کرد از جملگی او نیك و بد،
بین وحشی ، خانگی دانست حد .
چون بیامد سالِ او بر پنج و شش،
شغلِ دیگر بهر او شد پیشکش.
اکثراً او بازئی انوقته را،
خوب میدانست بی چون و چرا .

☆☆☆

از عُمَرْ آمد سخن با موجِ نور،

بر نبیره تحفه را تقدیم کرد،
شکر گفت و بر خدا تعظیم کرد.

☆☆☆

پخته بنمودند هر نوعی غذا،
جشنِ شادی بود رنگین از جلا.
شاخِ نخل و نوْده آوردند زود،
نوده های شاخه پر از میوه بود.
با امیدی گشته فرزندان زیاد،
والدینِ خویش را سازند شاد.
هم صداهای دف و لبچنگ شد،
ضَرْبَشان با رقص هم آهنگ شد.
عاقبت خویشان به شادئی زیاد،
با همه مهر و محبت، اتحاد.
طفل و آن گهواره را آورده زود،
جُفْتْ گویا جفتِ گوهر پاره بود.
دایه پس گهواره را آرا بداد،
طرحِ دیگر از جهاز آنرا نهاد.
داخل آن کهگنك پرتافتند،
توته وُهم سیبه اش انداختند.
شد مُهَیّا داخل و بیرونِ آن،
تا بخوابد اندرونش مهمان.
با صدای الّه های دایه ها،
با هوای شادئی همسایه ها.
یافت صورت اَرْجِ سامانِ سهیل،
صورتِ گهواره بندانِ سهیل.
مهمان آندم بخواب ناز رفت،
هَمرهِ افسانه های راز رفت.
بی خبر از این زمین و آسمان،
بی خبر از کار و کردار جهان.
مادرِ زارش بود او را غمگسار،

اوّلْ این نامِ رسول الله است،
دوم این که نور هست و ماه است .
نامش آغاز از رسول الله است،
امّت سید حبیب الله است .“
چون شنید این حرفهای او پدر،
چهره اش بشکفت مانند سحر .
زود او برگشت سوی منزلش،
یك جهان امید ها اندر دلش .
نعمتِ شیرین به یاران او بداد،
جملهٔ خردُ کلان را کرد شاد .
آش و نان او اقربا را داد نیز،
نامهمانی کرد فرزند عزیز .
رفت بر بازار بابا آن زمان،
تا خرد گهواره بهر مهمان .
خوش نیامد جمله ، چون نظّاره کرد،
خاصه فرمائشِ یك گهواره کرد .
گفت باشد بهترین گهواره ام،
بهر آن مهمانكِ مهپاره ام .
هفتهٔ آینده رفت او زین سبب،
کرد آن گهواره از استا طلب .
دید او گهواره ، زیبا ساخته،
دید آنرا همزمان دل باخته .
زر حلینْ آن نقشها رنگی برنگ،
رنگها گوئی به هم دارند جنگ .
بود نقش اختران هم نقش ماه،
نقش آهو برّه هم نخچیر گاه .
نقش باغ و بوستان گلبسر،
نقش نور از فیض خورشید سحر .
زود داد او پیستهٔ گهواره را،
گوئیا او یافت گوهر پاره را .

سینه پر نور از درِ آن در شدیم.
دل مُنَوَّر ما زِ ختلان آمدیم،
با فرح دلها غزلخوان آمدیم.
خال مشربْ بهرِ ما آراستْ خان،
شعرْ از اقبالْ خواند او بس روان.
شعر بر لب رقص کرد او بس عجب،
کردْ وَصفِ دوستی را با طرب.
قدر والا مهمانان شاد کرد،
شاد هر یك را زِ استعدادِ کرد.
موزیم بهزاد را دیدیم ما،
گل ز فیض روی آن چیدیم ما.
حرفِ این گفتار میگیرد دوام،
بر دوامش شهد ریزد از کلام...

☆☆☆

سال بود نوزده صد و پنجا و چار،
هَژْدَهِ سپتامبرِ محصولْ بار.
شهر لاهور داشت حسن دلنشین،
نخل ها پر میوه، سرسوی زمین.
در همین فصلِ بفیض تیره ماه،
طفلکی آمد بدنیا یك پگاه.
زین عمر را خانه اش پر نور شد،
هر طرف امواج خنده جور شد.
زود بردندش به مسجد آن زمان،
تا مؤذّنْ خواند بر گوشش اذان.
بعد طفلش نزدِ دانشمند برد،
نامی را به دوش او سپرد.
آن حکیم نکته سنج و نکته دان،
همزمان آورد فکرش در بیان.
میدهیم این طفلکت نام نکو،
با "سهیل آید محمد" گفت او.

در دو شنبه بود جشن با شکوه .
بود جشن دولت سامانیان،
از جهان مهمان افزون بود در آن .
یك تن از آن زادهٔ لاهور بود،
لاهور در علم و فن مشهور بود .
هم محمد هم سهیل و هم عمر،
داشت او این نامرا همچون گهر .
یك رفیق بی نهایت خاکسار،
خاکساری داده بر او کردگار .
علم تحقیقش ز اقبال اقتباس،
اندر این ساحه ندارد او قیاس .
اُردو وُ هم فارسی میداند او،
تازی و هم انگلیسی خواند او .
در تصوُّف هست علم او بلند،
لیك باشد او ز عرفان ارجمند .
خوب داند عالم اسلام را،
جمله فکر پُخته و هم خام را .
خلص استاد عزیز و ارجمند،
روز و شب بر کار و بارش پایبند .
همسرش بود بشره خانم در برش،
همرهِ او نیز آمنه دخترش .
بود با ما در حصارِ شادمان،
قلعه را دیدیم و ممنوع گاه آن .
دهۀ اُستاد توْرسونزاده را،
زادگاهِ شاعر آزاده را .
دید او" آثارْ خانه" اینچنین،
هر کتابِ شاعر سِحْرْ آفرین .
اینچنین رفتیم شهر خُتَلان،
بر زیارتگاهِ شاهِ هَمّه دان .
شاه ختلان را زیارتگر شدیم،

سیف الدین تو ده ای از مهرِ جان،
همچو برگ سبز گفت این داستان.
لاهور آمد از حصار شادمان،
بهر پابوسیٔ آن فرزانگان.
برگ سبز آورد او تعظیم کرد،
در حضور اقربا تقدیم کرد.
در جهان تازنده ام گویم دعا،
گویم و جویم فقط روی شما.
فصل گرما دو هزارم سال بود،
مهرتان در سینه مالا مال بود.

☆☆☆

وارث علاّمه

تقدیم به استاد محمد سهیل عمر-
رئیس اکادمی اقبال پاکستان

ای خداوند زمین و آسمان،
من ندارم نکته ای از تو نهان
خواهش قلبم تو خوانی دائما،
کوشش وجهدم تو دانی دائما
خواهم این دم این حقیر بنده را،
این حقیر نزد تو شرمنده را
حاجتش از درگهت سازی روا،
شفقتی بخشی، کنی دردش دوا...
مطلبم تا بهر اُستادِ کبار،
بهر اُستادی، که لفظش خوشگوار.
قصهٔ ای ریزم ز بحر آرزو،
تا بگویم هر چه دل گوید: "بگو!"

☆☆☆

عصر بیستم از نَوَدُمْ سالْ نُه،

او سلاحِ هسته ای ممنوع داشت،
"تا جهانِ سوُ منْ تُخمَشْ نَکاشت."
کرد او تألیف وَ این هنگامه را،
با هنر زد روی کارش خامه را.
قرن بیستم ازنَوَدْ بود سالْ چار،
کبارِ او بگرفت بالاتر قرار.
شد ز قانون صاحبِ دیپلام او،
گشت والا مرتبه با نام او.
آئدِ "قانونِ اِینْتِلِكْ تُوَالْ"
که بُوَدْ آن مالِکِیَّت در عمل.
روز و شبها کارها بسیار کرد،
خلقها واقف از این اسرار کرد.
نام خوب و عالی او را شد نصیب،
با عدالت گشت عمری او حبیب.
بارها شد داد گستر با زمان،
کرد حفظ او شوکتُ شانِ زنان.
رفت او آخر به دهها مملکت،
بهر حفظ آبروُ منزلت.
تا حقوق زن نگردد پای مال،
تا نیابد اعتبار زن زوال.
خوش زبانِ آنگلیسی داند او،
هم فرانسی خوبتر میخواند او.
بوده او وقتِ زیادی در سفر،
از پی قانونْ به اِمدادِ بشر.
صاحب دهها رسالت هست او،
بس تلاش راه حق کردست او.
ناصره، جاوید هر دو نادرند،
هر کجا در علم و حکمت قادرند.
از خدا خواهم به آنها خرّمی،
کامیابی، سربلندی، بردمی...

ناصره

ناصره از کودکی میداشت پاس،
خاطرِ قانون و هم قانون شناس.
سال هم نوزده صد و هم بود شصت،
بهترین اقبال او را داد دست.
کرد کالیجِ زنان را او تمام،
بین یاران گشت او فرخنده نام.
روی او بشکفت چون روی انار،
خاطرش بالید مانند بهار.
سال شد نوزده صد و هفتاد و پنج،
گنج خوبی یافت از محصولِ رنج.
رفت بر دانشگاه پنجاب او،
بهر دانش بود بس کمخواب او.
رشتهٔ قانون چو او انجام داد،
همچو قانوندان خودش را نام داد.
سال شد نوزده صد و هشتاد و پنج،
رنجِ او آورده حاصل بارِ گنج.
گشت چون استادِ قانونْ سرفراز،
هم به کالیج و به دانشگاه باز.
نوزده و هشتاد و شش بود سال را،
یافت او درها رُوَرْدْ اِقبال را.
درس داد آنجا چو استادِ سخن،
مکتب بی مثل بود اندر زَمَنْ.
مرکز تدریسِ قانون بود آن،
پهنْ قانونْ مینمود اندر جهان.
ناصره در سلك تعلیمش مدام،
بود بر ضِدِّ سلاحِ قتلِ عام.
آن سلاح هستهای را در جهان،
در جهان، در هر زمان و هر مکان.

ناصره بود نام آن دوشیزه را،
در رهِ صدق و صفا پاکیزه را.
صاحبان جشن گفتی مرحبا،
بر عروسی، نزد ما ای اقربا!
گشت حاضر جمله تن خویش و تبار،
هر ینکی خواند این عروسی را برار.
پای کوبی دست افشانی بشد،
رقص و خوشگوئنی غزل خوانی بشد.
بر عروس و شه همی آمد درود،
وصفشان میرفت در شعر و سرود.
ناصره آندم حنا بندان بشد،
گردنش پُر مهره وُ مرجان بشد.
پنجه ها پر گشت از انگشترین،
هر یکی را بهتر از دیگر نگین.
بندِ دستانش پُز از دسپانه بود،
بهرِ عاشق بهترین جانانه بود.
تنگه ها اندرسرش چاشیده شد،
پَیسه وُ پول هر چه بود پاشیده شد.
پایَنداز رهش گسترده شد،
بعد از آن بر زیرِ چادر برده شد.
دختران خوانده سرودِ یار یار،
همچو گُل بِگُرفته او را در کنار.
زیر چادر آیینه بینان بشد،
آن عروس همچون گُلِ خندان بشد.
این یکی بر دیگری دلبند گشت،
آن یکی بر دیگری گلقند گشت.

☆☆☆

مِهرِ فرزندی زیاده کِشت او.
در ادای قرضِ فرزندئی خویش،
چار اثر بنوشت، باقی هست بیش.

☆☆☆

عروسی

در همان دَوْری که جاوید جوان،
بود او را آرزو ها یك جهان.
روبرو آمد یکی بر دلبرے،
نازنینِ مه جبین، مه پیکرے.
مثل جاوید بود او قانون شناس،
عاقله، یك دختر با پرس و پاس.
در بزیبی بود او همچون پری،
داشت، بلکه او به خوبان سروری.
ماهپیما، ماه طلعت، ماهرو،
سرْوقامتْ، تیغْ اَبرو، مُشْك مو.
نزدِ عاشق با غرور و با وقار،
عاشقان در نزد او خار و نزار.
نزد جاوید، او دمی پیدا بشد،
جاوید او را عاشق شیدا بشد.
عاقبت هر دو به هم مایل شدند،
بر مراد و آرزو نایل شدند.
بَیْنَشان عهدِ عروسی بسته شد،
از عذابِ هَجْرْ هر دو رسته شد.
جمله شخصانِ به آنها پشتبان،
قوم و خویش و اقربا، خرد و کلان.
از دو سو کردند یاری وُ مدد،
گشت آماده مصالخ بی عدد.
مهر و اِخلاص از دو سو آمد عیان،
روزِ شادئی عروسی شد بیان.

باز جاوید کرد عزم امریکا.
"وضعِ وَزنینِ جنوب آسیا..."
در فغان آورده بود قلب و را.
بود وضعش ناگوار و پُر عمل،
"از زمان در عرصهٔ بین الملل-
کرد تحلیل و بشد او باز گو،
وضع کشور برد سوی آبرو.
در گذشت از عُمْرْ چون یك سال باز،
او گذارش از دیگر بنمود ساز.
آفتاب طالعش خندید باز،
سوی عُمّانْ راهیْ او گردید باز.
"راجعِ اسلام" کارش داشت نام،
ذکر آن بودْ در زبانش صبح و شام.
خُلّصْ اینکه بازده بارِ دیگر،
رفت بر هر ملك چون نور سحر.
برد با خود او حقیقت چون شعار،
کرد دعوت بهر صلح پای دار.
هَمْ ما لایْزیْ رفت و هم اِسپانیا،
رفت بر ملك دوبَییْ هم لیبیا.
باز بر ایران برفت و امریکا،
هم به چین و آلمان و ترکیا.
هم به سوئیس، نارویژ و دانیه،
هم کنادا، هم به مرز قاهره.
هم ابَودَبّی وَ آلمان رفت باز،
هم کوَیْت و هم به لندان رفت باز.
هر کجائی رفت و آمد، کار کرد،
کازهای با ثمر بسیار کرد.
بس کتاب او نشر بنمود، اینچنین،
هم زِ اِقْبال و جناح و هم زِ دین.
"جاویدان اقبال" را بنوشت او،

درمیان حاضرین شد سر بلند.
باز در نوزده صد و هشتاد و هفت،
دعوتش کردند بر ترکیه رفت.
باز گفت آئیدِ حال مسلمان،
مسلمان کم شمار یك مکان.
آن مکان بلغاریا باشد به نام،
اهل مسلم بی حقوق آنجا تمام.
وضعِ آنها بررسی بنمود او،
بهرَشان گردید چون امداد جو...
سال شد نوزده صد و هشتاد و هشت،
باز سوی امریکا راهی بگشت.
بخششِ کارش بازهم اسلام بود،
چونکه از اسلام شیرینکام بود.
"جمله کشورهای اسلامی، که بود،
کرد هر یك با زمان تحلیل زود-
سوخت او خیلی برای مسلمین،
مسلمی بیچاره با آئین ودین...
نوزده وهشتاد ونه چون سال شد،
بازهم جاوید خوش اقبال شد.
گشت دعوت سوی اردون بَرزَیمَنْ،
کرد محفل ها سجلاّ باسخن.
حرف زد از سُنَّت پیغمبران،
همچو سرچشمه برای سروران.
"رُکنِ دانش رکن فهمش" باشد آن،
بر نظر هانورِ بینش باشد آن.
رفت در آن سال بر بغداد او،
آئدِ مجلس" گذارش داد او.
"مجلس کانسول عالی" هست آن،
چون دوام کارِ اسلام است آن.
سال نوزده صد نود رفت از بقا،

دوّمش بود برژینوا رهگشا.
روی "اسلامی کُنانی" حرف زد،
بیش زِ مذهب حرف در هر طرف زد.

☆☆☆

سال شد نوزده صد و هشتاد و پنج،
روی موضوعات دیگر برد رنج.
باز هم بر امریکا دعوت شد او،
تا کند روی عدالت گفتگو.
"گاه و گه هر حادثه رخ میدهد،
روی راهِ رَهْبَری سدّ مینهد.
میدهد رخ در همان مأموریت،
در همان" عدلیه با محبوبیت-
از دیگر موضوع را مطرح نمود،
حسن و قبحش بر همه آگه نمود.
سال شد نوزده صد و هشتاد و شش،
شهر تهران گشت او را پیشکش.
نُطْق بود" ز اقبالِ دنیائی نظر"،
تا کند اسلامْ یك دل جلوه گر.
اِتّحاد مسلمین را با نِدا،
با ندای وقت همچون رهنما.
کرد تبریك از خود آگاهی یشان،
سوی حق بنمود پس راهی یشان.

☆☆☆

سال شد نوزده صد و هشتاد و هفت،
باز بر شهر ژینوا او برفت.
آئدِ بحث و تلاشِ روز گار،
آئد بنیادِ ظلمِ آشکار.
آئدِ کشتار و قتل ناروا،
غارت ملك و منال خلقها.
کرد او معروضه خوب و دلپسند،

یك ضرورِیاتِ دینی کارِ او،
"نسبت انسان و قدر و آبرو"
اندر اینجا او به زَحمَتْ کار کرد،
اُمَّتانِ خواب" را بیدار کرد.
مردم گمراه را با عار کرد،
جاهل و مغرور را هشیار کرد.
پرچم اسلام را بالا نمود،
دین و اِمان را به دل ها جا نمود.

☆☆☆

سال شد نوزده صد و هشتاد و دو،
باز افزون یافت جاوید آبرو.
باز او دعوت بشد بر امریکا،
تا پیامِ نو برد آنجا ز ما.
باز تخمِ راستی را کرد کِشْتْ،
معنیٔ دولت در اسلام او نوشت.
آبروی دینِ اسلامِ مبین،
حفظ او بنمود در روی زمین.
نوزده و هشتاد و سِوُم سال شد،
کمترك از کار فارغبال شد.
باز هم آماده شد بهر سفر،
تا بخوانَدْ باز موضوع دیگر.
از مَلِیْ بود باز دعوت نامه اش،
روی هر صفحه دوان شد خامه اش.
"هم تمایل بود در حاضر زمان،
سوی هر سمتی بخواهد شد روان.
تا که باشد مرکزی در آسیا،
بهر آن دین محمد مصطفی".
سال شد نوزده صد و هشتاد و چار،
باز دو دولتْ بِخواندش در بهار.
داشت اوّل دعوتی بر امریکا،

موضوعش، که بود اصلاً "اتفاق"
"اتفاقِ مسلمین بی نفاق"
تا چه گونه باشد آنرا ماهیت،
اندرون فلسفه با عافیت.
فلسفه باشد سیاسی، بی زوال،
خلقها یابند از فیضش کمال.
برِ اطالیا ببرد او کار را،
اندر آنجا داد از منبر صدا.
بِشْنَویدَنْد اِتّفاق و ماهیت،
هم سیاست، فلسفه، از هر جهت.
خوش پذیرفتند مردانِ جهان،
جای دادندش همه در مغز جان.
سال بود نوزده صد و هفتاد و هفت،
با یکی موضوع به هندوستان برفت.
آن "خبر ز اقبال و رازش . . . نام داشت،
"بر جهان سوم" اخباری نگاشت.
محفل آرا گشت در دهلیِ نو،
قلب ها را کرد روشن همچو ضو.
سال شد نوزده صد و هفتاد و هشت،
باز هم جاوید خوش طالع گشت.
روی موضوع دیگر بر قونیه،
قونیه شهریست اندر ترکیه.
رفت و در آنجا گذارش داد او،
عالِمانرا کرد بی حد شاد او.
بخششِ کارِ "اقبال و رومی" نام داشت،
چونکه علاّمه ز رومی کام داشت.
سال شد نوزده صد و هشتاد و یك،
نو بنو از دوستان آمد دَرَك.
رفت پس جاوید سوی امریکا،
تا گذارش ها دهد آنجا ز ما.

پیشه رفت اِقْتِصاد و وَضْعَشان.
عصر بیستم، سالِ نوزده شصتْ او،
اینچنین در طولِ سال شصت و دو.
باز سال نوزده و هفتاد و هفت،
با وکیلان چون وکالتدار رفت.
سازمانْ هَمْ بِلَلْ او را خوش بخواند،
بهرِ او اوضاع عالم را رساند.
او ز پاکستان براه پاکْ رفت،
در غم مشرقْ زَمین غمناکْ رفت.
گفت او از منبر بین الملل،
عرض و دادِ مشرق پر از علل...
روی منبر هر گهی بالا بشد،
سوزشِ اقبال را گویا بشد.
سوزهای قلب تو رسونزاده را،
فیض احمد شاعرِ آزاده را.
درد و رنج رومیْ بی چاره را،
نالههای بیدلِ آوارهِ را.
سوزش قلب حفیظ جالندری،
باز صدها سندی و هم لوگری.
درد و رنج شرقِ غارت گشته را،
با اَلَمْهایشْ عِمارت گشته را...
جملگی را او بیان کرد و بسوخت،
چشمِ اُمیّدش به هر یك فردْ دوخت.
رنگهای سوز مشرق را بیان،
کرد او تا گشت بر عالم عیان.
تا نگیرد پیشْ نَیْرَنگِ دیگر،
آن فرنگِ بی مروّت، حیله گر...

☆☆☆

سال شد نوزده صد و هفتاد و پنج،
در سر مضمون دلش را داد رنج.

کارهای علمیِ
داکتار جاوید

کارهای علمیِ استاد ما،
پیشکش گشتند بر اهل ذکا.
هم به شوراهای علمیِ جهان،
که ضرورت داشته بر اهل آن.
هر یکی از انجمنهای جهان،
میپذیرفتند کارش را همان.
زین سبب در عرصهٔ بین الملل،
زود شهرت یافت نامش بی خلل...
سالْ وقتی نوزده و هم شصتْ بود،
کارِ او آماده اندر دستْ بود.
سوی گُنْبِرّه روان شد بر سفر،
خواند کارش را وُ آمد با ظفر.
موضوعَش: "سیستیم آئین نامه وی"
تا که فردا باز هم گردد قوی،
تا "رَوَدْ با راهِ قانونْ آسیا"
تنا شود چون باغ گلگون آسیا،
پرچمش باشد پر افشان برفراز.
سوی خلقش تا کند پرهاشْ باز...
کارِ او جای نمایان را گرفت،
نام نیکش حرمت و شان را گرفت.
دست زد آن سالْ بر کار دیگر،
برد تحقیق او پَیَشْ شام و سحر.
ختم چون بنمود، برنَشْرَشْ رساند،
هر یکی از مخلصانْ آنرا بخواند.
کارِ علمی داشت او در آن زمان،
"برخی کشورهای اسلامی جهان"
همچو پاکستان، دیگر ملك و مکان،

در تمامِ لاهورِ جنت معاب. . .
نوزده و هشتاد و شش گردید سال،
بود او در این وظیفه با جلال.
سال شد تا نوزده و هشتاد و نه،
شد رئیس عالی، آرا با شکوه.
شد رئیس عالیْ او در دادگاه،
گشت قانون را پدر، پُشت و پناه.
سرور قانون جمهوری بشد،
شَهْرَگ و هم خونِ جمهوری بشد.
عضو آژانسیْ مطبوعات را،
عهده کرد او کُلِّ موضوعات را. . .
داشت در قائدِاعظمْ آن زمان،
در همان اسلام آبادش مکان.
او به عهده داشت هم این کارها،
رفت و آ میکرد آنجا دائما.
هشت سال از عصر بیستم مانده بود،
او تلاشِ بختْ هر دم میفزود.
در همان کالیج لاهور او بودی،
در همان لاهور مشهور او بودی.
درسِ گو بیرناتوری میداد او،
والیانِ شهرْ کرده شاد او.
درس گفتا بر جوانانْ بانیَت،
داشت آنجا نیز قدرِ عُضویَت.
بعدِ آن دو سال رنج بی شمار،
تا به امروز است کارش با برار.
عضوِ سِناتْ منتخب گردید او،
بارِ کارِ خویش آنجا دید او.
عضو شورا با همه معنا بشد،
روز افزون شُهْرَتَش بالا بشد. . .

☆☆☆

حرف زد چون راست گو و راست خواه.
پانزده سال او بودی حامیِ داد،
بود یکسان پیش او کُلِّ نژاد.
در عدالت بود کارش بی مثال،
داد خواهان پیشِ او ماندند لال.
بود حامی بهر قانون دائما،
اصلِ قانون میبنمود او جا بجا.
شهر لاهور داشت دائم افتخار،
با چنین فرزانهٔ قانون شعار.
باز دانشگاه رفت او با کتاب،
درس میگفت او زِ قانون باب، باب.
نیز در کالیجِ لاهور درس داد،
از حقیقت کاری و از عدل و داد.
سال بود نوزده صد و هم شصت و دو،
گشت اندر پیکسیِ کا او درس گو.
بر پروفسّارها او درس گفت،
در دوام سالْ آنجا جفت، جفت.
درسهایش از فن اسلام بود،
هر یکی از باب مضمون تام بود...
سال شد نوزده صَد و هم شصت و هشت،
بختِ جاوید باز والا تر بگشت.
شد رئیس عدلیه در دادگاه،
هم بماند او سازمانش را براه...
سال شد نوزده صد و هم شصت و نه،
باز کارش یافت رونق با شکوه.
در هنمه کانسولگرئی مملکت،
یافت همچون انتخابی عضویت.
نوزده و هفتاد و یكْ چونْ رفتْ سال،
تا به هشتاد و یكِ مجرای حال.
شد رئیس عدلیه او انتخاب،

فخرِ دانشمندئی مردان بشد.

☆☆☆

بعد او بگرفت موضوع دیگر،
در محیط علم دنیا تازه بر.
"خدمت اسلام در دوران ما،
در رهِ رُشْدِ حیاتِ خلقها"
باز او شغلْ از فنِ دیگر گرفت،
کارِ علمئ نوی از سر گرفت.
در اساس فکرتِ خلقان تُزُكْ،
فکرتِ پاکیزهٔ مردان ترك.
از تمدُّنِ عمیقِ تُرکیا،
درك و فهمش دقیقِ ترکیا...
کار خوب و بهترین بنوشت او،
مهر دین در باغ دلها کشت او.
او به دانشگاه سلجوق خوانده شد،
کار او بهرِ حمایهٔ مانده شد.
اندر آن قونیه، شهرِ ترکیا،
بین اهلِ عالمان مرتضیٰ.
کار علمی اش حمایت کرد او،
تازه گی در بخشِ عِلْمْ آورد او.
نام "داکتوریٰ" گرفته، باز او،
در ره "اسلام" شد یك راز گو.
صاحبِ عنوانِ فخری باز شد،
باز بر رویش درِ صد راز شد.
هشتمین عنوانِ عِلْمَشْ یار شد،
در جهانِ خود "علمبردار" شد...

☆☆☆

جاوید از بهر خلائق کار کرد،
در عدالت خدمت بسیار کرد.
پانوزده سال او بودی در دادگاه،

کار های علمی اش تیار کرد . . .
سال بود نوزده صد و پنجاه و چار،
کرد کارش را دفاع او با بار.
گشت او دُکتُورِ عِلمِ فلسفه،
کامیاب از نور علم فلسفه.
سال بود نوزده صد و پنجاه و شش،
آبروی نَوْ وَ را شند پیشکش.
بر "حُقُوقْ" او روی آورد اینچنین،
سرورِ اَهلِ حقوقْ شد او تعیین.
سازمانرا بود نام "لینکالن اینْ"
داشت جا در ساحَتِ لاندانزمین،
بود همکارئی او با امریکا.
با وِلَه ناواْ دَرِ عِلم و ذکا،
اندر آنجا بود یکتا سازمان.
"سازمانِ مردهای نکته دان"
سالها با کارِ او یاری نمود،
نامه ها بنوشته همکاری نمود.
نامه های خوبْ او اِرسال کرد،
از معانی جمله مالامال کرد.
جمله معنی ها ز مردم پروری،
حمدِ دُنیایِ زِ کُلْفتها بری.
جمله معنی ها ز مهمان دوستی،
یك زبانی، رَعیِ انسان دوستی.
نامه هایش شد پسند خاص و عام،
هر کجا از او کشادندی کلام. . .
سال بود نوزده صد و هشتاد و نُه،
بهر او دادند با شأن و شکوه.
"دکتوری نامه" به آن مکتوبها،
هم بشر پروزْ یَكْ از محبوبها.
او سزاوارِ همین عنوان بشد،

دوستان گشتند خیلی شادمان،
سوی دیگر قُلّه کردندش روان.
بهر او این قُلّهٔ دانشگاه بود،
داشت در پنجاب زیبا آن وجود.
دردو رشته کرد تحصیل آن جوان،
انگلیسی، فلسفه در یك زمان.
با بهای عالی آنجا خواند او،
کُلِّ استادان به حیرت ماند او.
سال بود نوزده صدُ هم چِلْ به هشت،
سرفراز مَیدلِ طلاّ بگشت.
خواند سه سال او به اخلاق حسین،
بر "مگیستر" گشت صاحب اینچنین.
یعنی او بگرفت تصدیقنامه را،
داشت او اکنون به دستش خامه را.
کارهای عِلْمی اش آغاز شد،
رازاین عالَمْ به رویش باز شد.
خویش را در فلسفه وارد بکرد،
ساحه ای از آن گرفت و جِدْ بکرد.

☆☆☆

بود کارش "اِنکشافِ فلسفه،
آبرُوُ اِکْتِشافِ فلسفه.
فلسفه اندر حیات مسلمان،
در سیاستبازئی اهل زمان-
او در این ساحه بسی زحمت کشید،
کار عِلْمیْ بزرگی آفرید.
فلسفی بود و سیاسیْ کار او،
دکتوری بخشی بود از آثار او.
رفت از بهر دفاع اِنگِلْستِان،
کِمْبریجْ رفت او، به این شهر کلان.
رفت دانشگاه خیلی کار کرد،

بـــــا شـــــدش جـــــاویـــــد او را در قـــــطـــــار .
بهـــر تـــحـــصـــیـــلـــش بـــه هـــر جـــا پـــس رود،
تـــا ابـــد ز . او شـــادمـــان روحـــم شـــود . . . "
گـــفـــت ایـــن حـــرف و جهـــان پـــدرود گـــفـــت،
رفـــت و انـــدر قـــلـــبِ پـــاکِ خـــاکْ خُـــفْـــتْ . . .
وقتـــی آز ســـر رفـــت طـــفـــلانـــرا پـــدر،
مـــانـــد داغـــی آن دو را انـــدر جـــگـــر .
از هـــمـــیـــن رو بـــرزغـــم و شـــادئـــی او،
کُـــلِّ یـــارانـــش بیـــاوردنـــد رو.
هـــر یکِ آنهـــا تَسَلّایَـــشْ بـــداد،
قـــوّه بـــر روح و دل و جـــانـــش فـــزاد.
زیـــن هـــمـــه جـــاویـــد بـــا الهـــامِ تـــام،
بهـــر پیـــروزی و هـــم نـــامـــوس و نـــام.
بـــا تـــمـــامِ قـــوّه وُ درکِ زیـــاد،
جـــمـــلـــه تـــن بـــردانـــش انـــدوزی بـــداد . . .

☆☆☆

هـــمـــنشیـــن شـــد بـــا طبیبـــان زمـــان،
گـــاه گـــاهـــی کـــرد فـــکـــرش را بیـــان:
"عـــالـــمـــی کـــه او طبیـــب خـــویـــش نیســـت،
ز آدم نـــادانتـــریـــنـــی بیـــش نیســـت . . . "
پـــس هـــنـــرهـــا جـــمـــلـــگـــی آمـــوخـــت او،
شـــد بـــزرگ و تـــجـــربـــه انـــدوخـــت او .
فـــلـــســـفـــه آمـــوخـــت هـــم عـــلـــم حســـاب،
نیـــز در ایـــن رشتـــه شـــد او کـــامیـــاب .
کـــرد کـــالیـــجـــش بـــه خـــوشـــنـــودی تـــمـــام،
صـــاحـــب دیپـــلام گشـــت و نیـــکـــنـــام.
هـــر جـــوان شیـــریـــن کـــنـــد ز ان نـــام کـــام،
چـــنـــکـــه نـــامـــش بـــود "بـــکَـــلَـــوْر" تـــمـــام.
ســـال ختـــمـــش بـــود نـــوزده چِـــلْ وَ چـــار،
بهـــرِ جـــاویـــد بـــود ســـال بـــا بـــرار.

کرد آموزش برای خود شعار.
خوب در کالیج او تحصیل کرد،
اصل هر یك علم را تحلیل کرد.
ذهن ماند و خواند او از تحت دل،
فکر خود انداخت بر هر آب و گِلْ.
تا بفهمد پخته و هر خام را،
درك سازد حیلهٔ هر دام را.
در قطارِ خواندن و تحصیل خویش،
کرد ورزش را به هر یك روز بیش.
با شنا وُ توپبازی شد بلد،
با شکار و اسپتازی شد بلد.
کرد با مَلاّحها همکاری او،
عاقبت آموخت ماهی داری او.
شغلْ او را بازئی بسیار بود،
از پی بازی بسی پرکار بود.
او عمیق آموخت شغل شرقرا،
بازئی با تجهیزات برق را.
پیشه ها اندوخت از استاد خود،
آب و تابی داد استعداد خود.
بود علامه به جاوید هم پدر،
بهتر ین استاد و بهین راهبر.
زانکه شاعر بودُ آزادی پرست،
در کلامش بود آبادی پرست.
دیدنی بود خلقْ ز اِسْتِثْمار دور،
هر نفر مرد مسلمانرا چو حور.
پشت این غم عاقبت بیمار شد،
بی خور و بی خواب از آزار شد.
او وصیت های خود بگذاشت پیش،
بهر طفلانْ همْ به نزدیکانِ خویش:
"که منیره تا نگردد خانه دار،

از جهان نونهالی دور شد.
علم می آموخت در مکتب کنون،
درك کرد او سرّ این دنیا فزون.
در همین دم بخت عالامه زوال،
یافت، اندر پیش طالع ماند لال:
همسرش - سردار بیگم ناگهان،
سخت شد بیمار و رفت از این جهان.
جاوید و همشیرهٔ خردش صغیر،
ماند در دست حیات سختگیر.
آن منیزه، چار ساله خواهرش،
بود چون گوهر زِ مادر، در برش.
چاره‌ها جست آن حکیم نکته دان،
تا بیابد دایه ای بر کودکان.
خانم المانی در آن زمان،
زندگی میکرد در هندوستان.
نام او دورِس بودُ عاقله،
مهربان و نیکنام و فاضله.
همسرِ یك تاجرْ، احمد بود او،
همسرِ جانی به مقصد بود او.
لیك از بیدادئ دست قضا،
رفته بود احمد از این دارِ فنا.
بیوه زن را دعوت لاهور کرد،
بهرِ فرزندان خود مأمور کرد.
طفلها را زن پرستاری نمود،
خانه را با مهر سرداری نمود.
کودکانرا همچو فرزندان خود،
مغزشان بر علم و دانش وانمود.
دادشانْ درسْ آیتِ قرآنْ دیگر،
آگهی از سرِّ روح و جان دیگر.
بعد از این جاوید شد از پشت کار،

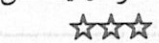
هم درود و هم سخنرانی بشد،
هم سرود و دست افشانی بشد.
بزم شد، که جمله را شد شاد روح،
دلنشین بزمی پر از فیض و فتوح.
ختنه گر جاوید را بی قیل و قال،
ختنه گردانید و شد دستش حلال.
با فرحمندی تمام اقربا،
ترک بنمودند بزم دلگُشا...

☆☆☆

تحصیلات

روز سه آن جاوید چون مشك موی،
خیست و رفت از بهر بازی کوبکوی.
مادرش دائم و را غمخوار بود،
چشم او هر دم بسویش چار بود.
با همین حالات میشد او کلان،
بی خبر از کار و کردار جهان.
با مرور وقت اهل خاندان،
شد به لاهور از سیالکوتش روان.
اندر آنجا گوشه ای پیدا نمود،
شاعر نامی به فرزندان خود.
اندر اینجا جاوید چون مشك مو،
سپسفید و تیغ ابرو، کلچه رو.
شد کلان و یافت سبزِش و نمو،
گشت او بر حسّ اشیا روبرو.
فرق کرد، آخر، صدای جانوران،
فرقِ وحشْ از خانگی اش همچنان.
یك زمانی گشت او مکتبروان،
والدینش بود از این شادمان.
وارد کالج در لاهور شد،

پیر و برنا بود از این شادمان . . .



رسم ختنه سور

با همین منوال میشد او کلان،
روی حولی دو- دوان، شادی کنان.
شد به فهم و رفت از حولی برون،
بازی اش با بچه ها بود بس فزون.
شغل ها از نَوْرَسی آموخت او،
از تماماش تجربه اندوخت او.
والدینِ او بس افزون رنج برد،
تا که سنّ و سال او بر پنج خورد.
قبله گاهش خواست سازد ختنه سور،
طفلکش را وُ بگردد با حضور.
تا مُهَیّا گردد آن روز سعید،
چند روز آمادگی را خوب دید.
مشورتها کرد با خویش و تبار،
کرد دعوت جمله یاران از دیار.
خلته . خلته قند آورد و مویز،
پسته و بادام و کشمش لذیذ.
سیب و انگور و انار دلکشا،
تربوز و خربوزهٔ را حتفزا.
کلچه های قندی و نان به شیر،
آذوق و سنبوسه ، تحمال و پنیر.
شد فراوان هر طرف شهد و شکر،
روی خوانها شد پُر از حلوای تر.
سطربان ، آواز خوانان آمدند،
نی نوازان دفنوازان آمدند.
دوره بنشستند خویش و اقربا،
بزم گشت آغاز با صوت و نوا.

با صدای الّه های دایه ها،
با همه خرسندئی همسایه ها.
دست و پای مهمان بربسته شد،
طفل در گهواره چون گلدسته شد.
قلبِ والدَیْن و خویشان شاد بود،
جمله گی از قید غم آزاد بود.
شادمان بودند بی حدّ و کنار،
چهره هاشان گرم مانند انار....

☆☆☆

موی سر گیران

این طریقه روز و شبها میگذشت،
شادی و غم تاب و تب ها میگذشت.
دایه اش او را پرستاری نمود،
دائما بر طفلْ غمخواری نمود.
مادرش سردار بیگم غمگسار،
الّه ها میگفت در شبهای تار.
تا کلانتر گشت با رفتِ زمان،
دوستر و یكْ شد چو نور خاندان.
روزی آمد او زَبانْدانَكْ بشد،
با مرور وقت خَنْدانَكْ بشد.
یك زمانی موی هایش شد دراز،
والدینش شادمانی کرد باز.
ذبحْ میشی، آش هم خوابانده شد،
روی خوانها کُلّ أشیا مانده شد.
خویش از هر جای دعوت کرده شد،
جمله مهمانان ضیافت کرده شد.
زد به قیچی موی کودك آن زمان،
پیرَ مردی همرهِ بابا کلان.
موی سر گیران گذشت از خاندان،

نقش کبك و بلبلان اندر چمن.
نقشِ ماه و اختران آسمان
نقش طاؤس و فضای بی خزان،
نقش کوه و درهٔ کشمیر بود،
چشمه ها هر سو روان چون شیر بود.
دستهٔ گهواره اش بشود قُبّه دار،
خطّ و خالش همچو رخسار نگار...
دید چون گهواره، بابا شاد شد،
زود بگرفت و روان چون باد شد.
نزد مامادایه اش آورد و ماند،
دایه اهل خانه را نزدیك خواند.
جمع گردیدند اهل خاندان،
دُوْر گردیدند در اطراف آن.
ذهن ماندند و نظر انداختند،
از خوشی دل پُر مسَرَّت ساختند.
هر یکی گفت: "اینچنین گهواره را
پر جلا مانند گوهر پاره را
ماندیدیم اندرین اطرافها
نی به لاهور و دکن، در هیچ جا..."

☆☆☆

جمله شد از دیدن آن شادمان،
از چنین اهدای آن بابایشان.
بیستروزه بود جاوید این زمان،
شادی و خرسندی بود در خاندان.
سیربَچّه مادران دعوت شدند،
پیره زن های زمان دعوت شدند.
دفنوا ز، آواز خوانان آمدند،
در لبان لبچنگ، شادان آمدند.
ناز و نعمت بود پر در روی خان،
شادمان بودند هر پیروجوان.

گوسفندی ذبح گردانید زود،
شوربائی پخت با مرچ و نخود.
قوم و خویشانش ضیافت داد او،
پیرو برنا کرد از خود شاد او.
خَیْره مقدم گفت مهمان از درش،
هر یکی را کرد احسان از درش.
داد نام نیك بر فرزند خویش،
خواند "جاوید" او دل و دلبند خویش.
بر خدا بسپرد و هم دادش دعا،
گفت: "باشد خضر دائم رهنما....."

☆☆☆

گهواره بندان

روز دیگر خیست با بابا صبحدم،
با امیدِ تازه ای میزد قدم.
بهر گهواره سرِ بازار رفت،
بهر یك گهوارهٔ گلدار رفت.
لیك هر چندی، که در بازار کافت،
مالِ طبق خواهش خود را نیافت.
داد فرمایش یکی گهواره ای،
در تجلّی همچو گوهر پاره ای.
قسمتی از قِمَّتش را داد او،
کرد اُستارا بسی دلشاد او.
هفتهٔ دیگر بگردید او روان،
نزد آن اُستای گلدست زمان.
دید، استا ساخته گهواره ای،
پُر جلا مانند گوهر پاره ای.
روی آن بود نقش گل های بهار،
نقش باغِ سیب و انگور و انار.
نقش کوه و دشت و آهوی خُتن،

میـــنـــویسـم بهـــر او از جـــان و دل.....
ســـال بـــود نـــوزده صـــد و هـــم بیســـت و چـــار،
بـــخـــتِ اقبـــال آمـــد انـــدر روزگـــار .
گشـــت پیـــدا طـــفـــلـــکـــی در خـــانـــدان،
شـــاد شـــد آن والـــدیـــنِ مـــهـــربـــان .
بـــود آن نـــهـــمـــان نـــوزیبـــا پســـر،
گـــوهـــریـــکـــدانـــهٔ جـــانِ پـــدر .
بـــر بـــغـــل بـــگـــرفـــت طـــفـــلـــش آن پـــدر،
طـــفـــلك چـــون غـــنـــچـــهٔ صـــد بـــرگ تـــر .
کـــودکـــش را بـــرد مســـجـــد آن زمـــان،
تـــا مـــؤذّنْ خـــوانـــدْ بـــر گـــوشـــش اذان.
بـــعـــد بـــردش نـــزد دانـــای مـــحـــل،
خـــواســـت نـــامـــی بهـــر طـــفـــل چـــون عســـل .
خـــواهششـــرا چـــون شُـــنـــیـــد آن ارجـــمـــنـــد،
بـــر تـــفـــکُّـــر لـــحـــظـــه ای شـــد پـــای بـــنـــد .
بـــعـــد از آن از فـــکـــر ســـر بـــرداشـــت او،
در زبـــان نـــام عـــجـــیـــبـــی داشـــت او.
گـــفـــت:"ای اقبـــال ، ای شـــیـــریـــن کـــلام!
نـــور چشـــمـــت را دهـــم جـــاویـــد نـــام .
تـــا بـــه دانـــش عشـــق ارزانـــی کـــنـــد،
عـــلـــم جـــوئـــی و زبـــانـــدانـــی کـــنـــد.
تـــا شـــود مشـــهـــور در روی جـــهـــان،
نـــام نـــیـــکـــویـــش بـــمـــانـــد جـــاویـــدان....."

☆☆☆

ایـــن ســـخـــنـــهـــا چـــون شـــنـــیـــد آن قـــبـــلـــه گـــاه،
شـــادمـــان گـــردیـــد و شـــد از پشـــتِ راه.
بـــا تَـــبَسُّـــم واردِ مـــنـــزل بشـــد،
از پـــی آبـــادئـــی مـــحـــفـــل بشـــد.
اقـــربـــا را داد شـــیـــریـــنـــکـــامـــه هـــا،
آشـــنـــا را داد دعـــوتـــنـــامـــه هـــا.

تا نماید فاش اسرار فرنگ.
بعد از آن بنوشت "جاوید نامه"- را،
برد بالا آبروی خامه را.
داد او پندی به فرزند عزیز،
بهر آن فرزندِ چون قند و مویز.
پندهائی داد او فرزند را،
رهنمایِ زندگی دلبند را.
از خداوُ دین وَرا آگاه ساخت،
با "خودی" و با خدا همراه ساخت.
سرِّ دین مصطفیٰ را یاد داد،
مکر آن افرنگیان بر باد داد.
بهر فرزندش پدر این قرضها،
هر یکی با نازکی ها کرد ادا.
بر فلکها برد هوش و گوش او،
این رسالت ماند اندر دوش او.
پس "مسافر نامه" را ایجاد کرد،
مشکلاتش نزد مردم یاد کرد.
از "حجاز" او "ارمغانی" ساز کرد،
سرّ و "اسرار خودی"- را باز کرد.
باشد او مشرق زمین را پاسبان،
مرز مشرق را بُوَدْ نام ونشان!

☆☆☆

آغاز

مهمان است این زمان فرزند او،
تاجیکان را جاویدِ دلبندِ او.
داد از اقبال بر ما رنگ و بو،
تاجیکانرا بود این یك آرزو،
مینویسم داستانی بهر او،
همچو صد برگِ تر خوشرنگ و بو.
بسکه جاوید هست از این آب و گل،

در غم بیکاری آمد مژده اش،
رفت هر سو دعوتش مانند برق .
"پس چه باید کرد، ای اقوام شرق؟!"
کرد افشا سِرِّ "اسرار و رموز"،
داد هر چه داشت او از درد و سوز.
کرد آگه او ز "اسرارِ خودی"،
عالمیّان از نکوئی و بدی .
خلقها را از "خودی" آگاه ساخت،
بر رهایی راهئی هر راه ساخت .
تا "پیام مشرق"- اش هر جا برند،
تا بدست مخلصانش بسپرند.
تا که سرخی "لالهٔ طور"- اش کند،
دهر را تا روشن از نورش کند.
صاحب "افکار" گردد تا همه،
از زمان بیدار گردد تا همه .
تا "می باقی" بنوشد آدمان،
از پی ساقی بکوشند آدمان.
تا رود برباد هر "نقش فرنگ" ،
تا رهایابد فضا از داغ ننگ.
یك "پیامی" داد از رنگ بیان،
کرد آگه مردم از سرّ جهان.
"کای، بود تا عقل انسانرا رسا،
بر همه ناجوری و دردش دوا!-
"گلشن راز جدید"- اش را بخواند،
مشرقش از مکرِّ شیطان وارهاند.
"بندگی نامه" نوشت و داد خواست،
مشرقش از بندگی آزاد خواست
یك "زبوری" ساخت از بهر "عجم"،
تا بخواند مخلصانش دم بدم
نغمه اش داؤدی آمد رنگ - رنگ،

شکوفان غنچه های آرمان از پرتو دیدار،
برای تاجیکستان، هم به پاکستان مُقَدَّر باد!

سلام توده ای برخاست از قعرِ دلِ تاجیک،
کلام تاجیکستان، بهر پاکستان چو شَکَّر باد!

☆☆☆

نورِ مهر افروز

اهدا به دکتور جاوید اقبال-
فرزند علاّمه محمد اقبال، که در
جشن ۱۱۰۰. مین سالگرد دولت
"سامانیان" شرکت داشت و عضو
انجمن تاجیکان جهان بودند.

رجوع

اوّلا گردد بنامت ای کریم،
ذکرْ بسم الله الرحمن الرحیم.
شفقتی میخواهم از یزدان پاک،
آنکه ما را ساخت از یك مشتِ خاک.
شفقتی میخواهم از پیغمبران،
آنکه بر ما داد وحی آسمان.
نام الله است در وردم علم،
از عطای اوست در دستم قلم.
تا نمایم ثبت در سلك سخن،
آید یك بلبل مشرق چمن.
آید علاّمه والاگهر،
آنکه حرفش رفت بر هر بحر و بر.
مخلصانی یافت از وقت و فضا،
رنگ صوتش را بدل کردند جا،
پیكِ آزادی بود او را رازِ دل،
فیض آبادی بود او را سازِ دل
از ره بیداری آمد موژده اش،

درود تاجیکستان
به پاکستان

ز صبح تاجیکستان شام پاکستان مُنَوَّر باد!
ز عطر تاجیکستان طبع پاکستان مُعَطَّر باد!

جلای دوستی و همدلی و وحدت دیرین،
برای تاجیکستان هم به پاکستان مُیَسَّر باد!

بقای صلح و آسایش، ندای بخت و آرامش،
بکام تاجیکستان، هم به پاکستان مُظَفَّر باد!

مرام اعتقادِ روز افزون سعاد تبار،
به خاکِ تاجیکستان، هم به پاکستان مُقَرَّر باد!

همای بخت با رنگِ هوای بی نیازی ها،
به مرز تاجیکستان، هم به پاکستان پرآور باد!

همیشه در روندِ آشنائی ره تاریخ،
ز مهر تاجیکستان، قلب پاکستان مُسَخَّر باد!

ز فیض نامه های، کزد و جانب میشود ارسال
فضای تاجیکستان، ذوق پاکستان مُعَنْبَرْ باد!

نشاطی، که زلونش خاطر اجداد رنگین است،
بنام تاجیکستان، هم به پاکستان مُصَوَّر باد!

شرح حال

دیهۀ تودۀ ناحیۀ حصار است ، جای تولد سیف الدین توده ای . بعد ختم مکتب میانه به شعبۀ فارسیِ دانشگاه دولتی تاجیکستان داخل گردیده ، پس از ختم آن مدت یك سال در ادارۀ رادیو و تلویزیون تاجیکستان به صفت محرّرِ بخش موسیقی ایفای وظیفه داشت . ثانی در شعبۀ هند و پاکستانِ پژوهشگاهِ شرقشناسیِ اکادمی علوم تاجیکستان به اندوزش علم پرداخت.

سال ۱۹۷۶ ، پس از ختم اسپیرانتورا با حمایۀ تألیفاتش در موضوع " نعمت خان عالی و دیوانِ اشعار او" صاحب عنوان علمی گردید. همچنین آید ایجادیات شاعران عصر هفدهِ هند و پاکستان : "محمداکرم غنمیت کنجاهیِ پنجابی" ، " سلیمِ کشمیری" ، "خواجه میر درد دهلوی"، " قدسیِ مشهدی" و "جویای تبریزی" یك سلسله کارهای تدقیقاتی به قلم او متعلقند ، که آنها پهلو های گوناگونِ آثار این ادیبانرا روشن میسازند.

در برابر این ، با طبیب بیماری های قلب و دل- ملاّ ظهور طاهری با نامِ "نوای دل" کتابی را انتشار ساخته . با هم مؤلفیِ سیف - الله حیدر زاده باشد ، آنڈ به زیان و ضرر شراب کتاب "سر چشمۀ بدبختی ها" . را سال ۱۹۸۷ به طبع رسانید . در حال حاضر او دائر به "احوال و آثارِ بینشِ کشمیری" کار تازۀ دکتری نوشته است و رساله را برای دفاع به دانشگاه پنجاب شهر لاهور پاکستان سپرده ، برای حمایه اش آمادگی دارد در این میان زیاده از نوزده رساله و قریب ۷۰ مقاله از جانب او انتشار یافته اند . هوس شعر گوئی در او خیلی بروقت ظهور داشت، نوشته هایش در روزنامه های:

"تاجیکستان شوروی (حالا جمهوریت)"، "کامسامولِ تاجیکستان (حالا جوانانِ تاجیکستان)"، " معارف و مدنیت (حالا آموزگار)" ، مجلّه های 'خار پُشتَك" و "زنان تاجیکستان (حالا فیروزه)" ، مجموعۀ دسته جمعیِ "بهار حصار" و دیگر واسطه های مطبوعات به نشر رسیده اند . عضویت اتحادیۀ خاور شناسان سابق اتحاد شوروی و عنوان"لکچر درجۀ بین المللّی" - را صاحبی دارد.

در جادۀ صنعت و هنر آواز خوانی و ایجادِ ساز و نوا مهارت آزموده ، زیاده از چهار صدو پنجاه آهنگ بر اشعار شاعران پیشین و معاصر محصولِ زحمت او هستند . سیف الدین اکرم اینچنین صاحبِ نشانِ افتخارئی "اعلیٰ چیِ فرهنگ تاجیکستان" عنوانهای"هنر پیشۀ شایستۀ تاجیکستان"و"مردِ کمال هنر پاکستان" میباشد، که همۀ این از زحمتهای پُر ثمرِ او شهادت میدهند .

حاجی مراد - شاعر، نوسنده، محرّر
نشریاتِ "ادیب"
جمهوری تاجیکستان

بجای سر سخن

دکتور علومِ فیلولوژی(سخن شناسی) ، آواز خوان شناختهٔ مردم- سیف الدین تـوده ای انسـان شـاعر طبع و شعر دوست است . او هـنوز از دورانِ دانشجوی دانشگاهِ دولتیِ ملّیِ تاجیکستان بوَدَنش به گفتن سخن موزون اشتغال داشت و بیشتر اشعار خود را در آهنگ خودش زمزمه میکرد. ما به سروده های او عادت کرده ایم.

امروز این مجموعه ازبرداشتِ سفرش بوطن علاّمه اقبال - پاکستان و افادهٔ مهر و محبتش به انسانهای صاحبدلی، که اکنون کارِ اقبال لاهوری را ادامه میدهند ، مرتب گردیده است.

امید است ، که این مجموعه به خوانندگان گرامی خوش می آید و در تکمیل دوستی خلقهای تاجیکستان و پاکستان خدمت خواهد کرد.

گُل نظر- شاعر خلقیِ تاجیکستان ، دارندهٔ
جائزهٔ دولتی استاد رودکی،
مؤلف متن سرود ملّیِ تاجیکستان.

گل تازه ای در باغ دوستی

میگویند، که برای یك مرد چهل هنر کم است و مردانی هستند، که هستیٔ آنها با چند هنر سرشته شده است . سیف الدین اکرمزادهٔ توده ای از جملهٔ همین گونه مردان میباشد.

س توده ای، که او را مردم بیشتر همچون ادبیات شناس و سرایندهٔ ورزیده میشناسند، شعر بسیاری هم گفته است . شعر های او اساساً به موضوعهای دوستیٔ خلقها و وحدت و یگانگی بخشیده شده، در صحیفه های مطبوعات و مجلات جمهوری، مجموعه های دسته جمعی به طبع رسیده اند.

"وارث علامه" ، که منظومهٔ نسبتاً کلان حجم س . توده ای میباشد، از روز گار وَفعالیت چند نفر مردان فرهنگی جمهوری اسلامیٔ پاکستان، اولادان نکو نام علاّمه محمد اقبال لاهوری حکایت میکند.

مؤلف، که بارها به پاکستان سفر کرده، با اهل علم و ادبِ این کشور ملاقاتها داشته است، از دانشمندان پاکستان به وارثان محمد اقبال بیشتر متوجه میشود ، با آنها انس میگیرد و دوستی پیدا میکنند در داستانِ "وارث علاّمه" پیش از همه ، در خصوص دانشمندان دو کشور- تاجیکستانْ و پاکستان سخن میرود . مؤلف کوشیده است ، که دوستئی دانشمندانِ دو کشور را به دوستی مردمان دو مملکت تبدیل بدهد و به این مقصد چند لحظهٔ بسا جالبِ روز گارْ و فعالیتِ فرهنگیانِ پاکستانی را به رشتهٔ نظم کشیده است، که برای فرهنگیان تاجیکستان نیز جالب خواهند افتاد.

با این دیباچهٔ مختصر، کتاب مرد نیکوکار ، ادبیات شناس ، سراینده، شاعرْ سیف الدین توده ای "وارث علاّمه"- را به خوانندگان عزیز پیشنهاد نموده، تمنا داریم، که آن به دلِ هوا داران علم و ادب هر دو کشور راه می یابد ، به رونقِ مناسبتهای علمی و فرهنگی و تحکیمِ دوستیٔ مردمانِ کشورهایمان- تاجیکستان و پاکستان مساعدت خواهد کرد و گلِ تازه ای در باغ دوستیٔ دو کشور خواهد شد.

حکمت رحمت شاعر،
ترجمان ، ژورنالیست و
کارمند شایستهٔ
تاجیکستان.

پیشگفتار

به کتابِ دکتر سیف الدین اکرم زاده "وارث علاّمہ" با حروف فارسی

کتابِ حاضر اثر ارزندۂ آقای دکتر سیف الدین اکرم زاده شاعر و آواز خوانِ مشهور تاجیکستان است۔ دکتر سیف الدین اکرم زاده فاضلی است روشنفکر و پژوهشگری انست ژرفبین و نکته آفرین ، که نبوغ و کفایت و خلق و خوی وی موردِ تحسین دانشمندانِ بزرگ پاکستان قرار گرفته است۔

دکتر سیف الدین اکرم زاده علاقۂ عاشقانه ای به شعر اقبال دارد و بعد از تلاش های خستگی ناپذیر، بیشتر از چهار صد آهنگ بر شعر فارسی ـ تاجیکیٔ اقبال اختراع کرده ، همه شعرِ کُلیات او را صدا بندی کرده است ـ استفاده از این کار برای همۂ کسانی سود مند خواهد بود ، که میخواهند با شعرِ تاجیکی فارسیٔ اقبال آشنائی نزدیکتری داشته باشند ـ باید دوستدارانِ شعرِ اقبال مدیون تلاشهای دکتر سیف الدین اکرم زاده باشند۔ بنده از جملۂ آنهایم۔

این کتابرا که شما در دست دارید، از "درودِ تاجیکستان به پاکستان"نام شعر ، "نور مهر افروز" و "وارث علاّمہ" نام داستان ها و سلسلۂ غزل ها عبارت میباشد۔ داستانِ "نور مهر افروز" راجع به زندگی نامۂ فرزند شایستۂ علاّمہ اقبالِ سیالکوتی ، جاوید اقبال و خانم او۔ ناصره ، که هر دو شخصان عدالت جو و عادل و عدالت خواه هستند، اطلاعات میدهد۔

داستان دوم ، که "وارث علامہ" نام دارد،راجع به احوال و آثارِ رئیسِ اقبال اکادمی ، دکتر محمد سهیل عمر بخشیده شده است۔ در سلسلۂ غزل ها تمام آن زحمتهای محمد سهیل عمر راجع به پیش بردِ کارهای اقبال شناسی ، اقبال خوانی ، اقبال دانی و رابطۂ او با مؤلّفِ نشان داده شده است۔ در آخر ، مؤلّفِ کتابْ با واسطۂ یك غزلِ خویش مهر و محبّتِ خود را نسبت به استاد و رهنمائی کارِ دکترایش ـ استادِ زبان و ادبیات فارسی دانشگاهِ پنجاب دکتر ، پرفسور آفتابِ اصغر بیان نموده است۔

استاد سیف الدین اکرم زاده ، که خاورشناس است ، با وسیلۂ این کتاب سعی کرده است ، که میانِ دانشمندانِ هر دو کشور دوستی و برادریٔ دیرینه را از نو احیا سازد و مستحکم تر نماید ـ خدا کند که او در هدفِ خود موفق باشد۔

دکتر محمد ناصر

استاد دانشگاهِ پنجاب ، لاهور۔

سیف الدین اکرمزادهٔ توده ای

به جشن ۱۱. سالگی استقلالیت تاجیکستان
و ۱۰- سالگی انجمن تاجیکان و فارسی زبانان
جهان بخشیده شده است.

وارث علامّه

در آتشیم و از پی یاران به رنگِ شمع،
سوزد برای خلق دلِ مهربان ما

(خواجه میر درد دهلوی)

تاجیکستان، دو شنبه. ۲۰۰۲

بنام خداوند بخشندهٔ مهربان
سیف الدین توده ای

وارث علامّه

تاجیکستان ، دو شنبه . ۲۰۰۲